اکوڑہ خٹک
الحق
نشاۃ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ
مدیر
سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ ۲۰/ روپے . بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ، ہوائی ڈاک ۵ پونڈ، فی پرچہ ۲ دو روپے

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

- مظلوم افغانستان
- سقوطِ یوگنڈا
- آہ مولانا محمد الحسنی مرحوم

ایمان و یقین اور غیرت و حمیت کی سرزمین افغانستان آج سرخ کفر کمیونزم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اخلاقی انسانی قدروں کا دشمن روس اپنے بے ضمیر ننگ ملت ننگ وطن ننگ قوم کارندوں اور ایجنٹوں کے ذریعہ اور در پردہ خود ہی اس سرزمینِ مقدس کو اسلام کے متوالے علماء و مشائخ، اہل دین اور اہل درد غیور مسلمانوں کیلئے جہنم کدہ بنا چکا ہے۔ دین اور شعائر دین ایک ایک کر کے مٹائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی سے سرشار اور جذبۂ جہاد و سرفروشی سے مالامال ارباب عزیمت و جہاد ہیں جو سب کچھ لٹا کر دین حق کی حفاظت اور اہل کفر کے تعاقب و استیصال میں سر بکف ہو چکے ہیں اور میدان کارزار میں مصروف جنگ و جہاد ہیں۔ ان لوگوں کے پاس مادی وسائل ہیں نہ ظاہری اسباب فتح و کامرانی اللہ صرف اور صرف نصرت ایزدی پہ یقین و اذعان ہی انکا سرمایہ ہے۔ اور یہی سرمایۂ غیبی آج بھی ـــــ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ کے مطابق ان ضعفاء مجاہدین اور مستضعفین مہاجرین کی عزیمت و استقامت کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ مگر کیا جان نثاری اور سرفروشی اور یہ مومنانہ جہاد و جہد صرف افغانستان کے علماء و مشائخ اور مسلمانوں کا فریضہ ہے۔؟ کیا کمیونسٹوں کی سفاکانہ قتل و غارت اور شرمناک وحشت و بربریت کا مقابلہ صرف افغانستانی مجاہدین کے بس میں ہے۔؟ اور کیا یہ صرف ان کی ذمہ داری ہے۔؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ روس صرف افغانستان پہ قناعت نہیں کرے گا؟ بلکہ وہ اس انقلاب کو افغانستان کے پڑوسی ممالک بالخصوص پاکستان کیلئے ایک ذریعہ اور وسیلہ سمجھتا ہے۔ خدانخواستہ وہ گرم پانیوں کو پہنچ کر دم لے گا۔ اور کیا خلیج عرب اور آگے چل کر مرکز اسلام جزیرۃ العرب اس کے تگ و تاز سے محفوظ رہے گا۔

کمیونزم کا پاکستان کے اردگرد منڈلانے والا سرخ سیلاب اور سرحد و بلوچستان کے دروازوں پہ یہ دستک، کیا پاکستان اور پورے عالم اسلام کو جگانے اور جھنجھوڑنے کیلئے کافی نہیں۔ افغانستان کا معاملہ اگر داخلی معاملہ ہے تو پھر کشمیر و قبرص، ایریٹریا اور فلسطین اور ہندوستان کی مظلوم و مقہور مسلم اقلیت پہ بھی عالم اسلام کو سوچنے اور بولنے کا جواز نہیں رہ سکے گا۔ اور ملت مسلمہ کا ایک جسد واحد اور بنیان مرصوص ہونے

باتیں صرف عہدِ پارینہ کی یادیں بن کر رہ جائیں گی اور پھر کیوں ایک ارب سے زائد افراد کی وحدتِ اسلامیہ اپنے دورِ زوال و استبداد کیطرح ذلیل و مقہور اور اعداء اسلام کے لئے لقمۂ تر نہیں بنے گی۔؟ آج کفر کی ملتِ واحدہ (مغرب و مشرق کی ساری غیر مسلم قومیں) افغانستان کے مسئلہ پر چپ سادے ہوئے ہے جب کہ مغرب کے یہی عیار کسی ایک قاتل اور ظالم کی سزا پر مسلمان ممالک کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھا دیتے ہیں مگر آج افغانستان لٹ رہا ہے اسکی ردائے حمیت اور عبائے عظمت و حریت تار تار کی جا رہی ہے مگر پورا یورپ خاموش ہے۔کیا یہ اس ارشادِ نبویؐ کی ایک اور واضح تصدیق نہیں کہ : ان الامم تداعی علیکم کما تداعی الاکلة الی قصعتها. (اوکما) (دنیا کی قومیں تمہارے تخت و تاراج کیلئے ایسی گرم ہو گئیں ہیں جیسے کھانے والے دسترخوان پہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔) —— خاکم بدہن اگر آج کابل و ہرات کو سمرقند و بخارا بنتے دیکھ کر بھی ہماری غفلت ختم نہیں ہو سکتی اور ہمارا چین و سکون ، کرب و الم اور اضطراب سے بدل نہیں سکتی تو پھر پوری ملت کی مرگِ اجتماعی پہ ماتم کر لیجئے۔ اور اپنی عافیت و آزادی کا بھی فاتحہ پڑھ لیجئے کہ ملتِ مسلمہ کی حیات و بقاء تو جہاد و سر فروشی ہی سے وابستہ ہے۔آج مجروح و مظلوم افغانستان ہم سب کو پاکستان و ایران کو ، جزیرۃ العرب اور مصر و شام کو پکار رہا ہے —— اور ملتِ اسلامیہ کا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کی متاعِ عظمت و شوکت پر شبخون مارنے والے روس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے للکارے کہ انسانیت کے اسے ذلیل و خونخوار دشمن تو کون ہے مسلمانوں کا ہمدرد و غمگسار بننے والا۔ مسلمانوں کے مسائل ، عالم اسلام کے قضایا اور کسی بھی اسلامی مملکت کی مشکلات کے حل کیلئے خود عالم اسلام ہی کافی ہے ۔ کاش ! آج پورے عالمِ اسلام کا نعرہ بن جائے کہ اسلامی ممالک کے مسائل کے حل کیلئے خود عالمِ اسلام ہی کافی ہے - نہ تو عیار و مکار مغربی سامراج کی ضرورت ہے نہ ظلم و بربریت کے علمبردار کمیونسٹ بلاک کو ہمارے مسائل میں ٹانگ اڑانے کی حاجت۔

یوگنڈا کا سقوط ، سقوط ایڈریا نوپل اور سقوط ڈھاکہ سے کم المناک اور افسوسناک واقعہ نہیں ہے۔ مگر افسوس عالمِ اسلام بالخصوص عالمِ عرب کو اپنی عیاشیوں اور خرمستیوں سے اس طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت بھی نہ ملی۔ وہ عیدی امین جو اپنے مومنانہ کردار اور جرأتمندانہ گفتار کی وجہ سے امریکہ اور برطانیہ کے دلوں کا کانٹا بن چکا تھا۔ وہ جو یمین و یسار کی بندشوں سے آزاد صرف خدائے وحدہٗ کی غلامی میں سرشار تھا۔ یورپ نے اسکی تصویر ایک مسخرے کی شکل میں ہمارے سامنے رکھ دی اس لئے کہ وہ افریقہ میں یہود و نصاریٰ کے صیہونی و سامراجی عزائم کو للکارتا رہا اور جو عربوں کی خاطر ہر قسم کے خطرات کو مول لیتا رہا۔ یہود کی بیساکھیوں پر قائم امریکی حکومت ، کینیا ، زمبیا ، ایتھوپیا اور تنزانیہ پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد یوگنڈا اور اس کے غیور و جسور مسلمان حکمران کو بھی ہڑپ

کر گئی اور مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی نہ ان کی خوابِ غفلت نے انگڑائی لی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آہ مولانا محمد الحسنی مرحوم ۲۲ر رجب کے اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی اس المناک خبر پر یقین نہیں آرہا کہ صحافتِ اسلامیہ کا ایک قوی وجری شہسوار خاندانِ سید احمد شہیدؒ کے گل سر سبد اور ہمارے مخدوم و محترم حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی دینی و ملی امیدوں اور تمناؤں کا نخلستان، محب محترم مولانا محمد الحسنی الندوی مدیر البعث الاسلامی کی ۱۸ر رجب کو اچانک وفات کی شکل میں یوں اچانک اجڑ جائے گا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون وان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ ۔ مولانا محمد الحسنی ابھی عالمِ شباب میں تھے، اپنے نامور مربی و مشفق سرپرست مولانا علی میاں نے ان کی نشاۃ و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھائی کہ خدا نے چاہا تو آگے چل کر وہ خانوادۂ حسنی کی عظمتوں کو قائم و دائم رکھ سکیں گے۔ اس مثالی تربیت و تعلیم نے مرحوم کو آغازِ شباب میں بار آور درخت بنا دیا اور اگر یہ درخت بادِ خزاں کے ہاتھوں یوں اجڑ نہ جاتا تو یقیناً آگے چل کر شجرۂ طوبیٰ بنتا۔ مگر اللہ کی مرضی کے سامنے کس کی چل سکتی ہے۔ مرحوم کو اللہ نے عجیب صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی درد و حمیت، عصرِ حاضر کے مغربی اور لادینی افکار و مسائل پر گہری نظر، وسعتِ فکر اور پھر اس کے ساتھ عربی ادب پر کامل دسترس کہ گویا وہ عربی تحریر میں مولانا ندوی کے مثنّیٰ (ڈپلی کیٹ) بن گئے تھے اس طرح اردو ادب و صحافت میں اعلیٰ استعداد۔ اللہ اکبر۔ کیسا سرمایۂ علم و ادب نوجوانی میں ملتِ مسلمہ کو محروم کر کے چھوڑ گیا۔ پچھلے شعبان میں جب مولانا علی میاں پاکستان تشریف لائے اور دارالعلوم حقانیہ کو بھی اپنے قدوم سے نوازا تو مرحوم محمد الحسنی بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ ان سے میری پہلی ملاقات تھی جو یگانگتِ فکر، انس و محبت اور خلوص و بے تکلفی کی کیسی حسین یادیں چھوڑ گئی۔ اس ملاقات میں مرحوم نے اپنا پہلا اور شاید آخری عربی مجموعۂ مقالات۔ الاسلام الممتحن۔ سے نوازا اور اس تاکید کیساتھ کہ اس پر کچھ لکھوں۔ کاش! تعمیلِ حکم کی نوبت انکی زندگی میں آجاتی۔ مرحوم اپنے زخموں کی دکان غالباً پچھلے بیس سال سے مجلۃ البعث الاسلامی کے اوراق پر سجاتے رہے اور اپنے یکتا و یگانہ دلنشین ابوالحسنی اندازِ بیان اور اسلوبِ نگارش میں عالمِ عرب اور عالمِ اسلام کو جھنجھوڑتے رہے۔ آخری شمارہ میں تو انہوں نے گویا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔ اور جانے سے قبل شذراتی کالموں میں وصیتیں چھوڑ کر گئے ہیں۔ الاسلام الممتحن بھی ایک دل شکستہ کا ساز ہے ——— اور ع من قاش فروشِ دلِ صد پارہ خویشم ——— کا مصداق۔ مرحوم کی جدائی پوری دنیائے اسلام کیلئے علم و ادب کا نقصان ہے۔ دین و دعوت کا خسارہ ہے مگر ان کے عمّ بزرگوار مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا تو بڑھاپے کا سہارا اور امیدوں کا باغ اجڑ گیا ہے۔ ربّ ھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ الآیۃ۔ مگر امید ہے کہ مولانا کی داعیانہ اور حکیمانہ عظمتیں ہی ان کے صبر و تشکیب کا سہارا بن جائیں گی اور وہ کہہ سکیں گے کہ ؎

اگرچہ تلخ ملا جامِ عمرِ فانی کا — مگر محل نہیں ساقی سے بدگمانی کا

فرحمۃ اللہ وارضاہ ورضی عنہ ولا نقول الا ما یرضی ربنا ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

سمیع الحق

حجۃ الاسلام سیدنا الامام شاہ ولی اللہ الدہلوی
قدس سرہٗ کے دستِ مبارک کی تحریر کا عکس۔
اس نایاب تحفہ کیلئے ہم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد
ہالے پوتا صاحب ڈائرکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ
اسلام آباد کے ممنون ہیں۔ (ادارہ)

عکسِ تبرکات

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده اما بعد فقد سمع علیّ طرفا من هذا الکتاب
المسمی بفتح الرحمان فی ترجمة القرآن صاحب هذه النسخة السید
نور شاه واجزت له ان یرویه سائره وانا الفقیر مولف
الکتاب احمد المدعو بولی الله کان الله له فی الاولی
والاخری والحمد لله

اللهم من غفلة هذات
فی الرجال بحق یا سبوح یا قدوس یا ودود بحرمة
لا اله الا الله محمد رسول الله ط لقد کنت
فی غفلة من هذا فکشفنا عنک غطاءک
فبصرک الیوم حدید۔

مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ

پاکستان میں اسلامی حدود و قوانین کا نفاذ

سعودی عرب کے
جدّہ یونیورسٹی
میں قائد جمعیۃ
حضرۃ مولانا مفتی
محمود مدظلہ کا
بصیرت افروز خطاب

پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور جمعیۃ العلماء اسلام کے اولالعزم قائد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ نے پچھلے دنوں سعودی عرب اور عرب امارات کا نہایت کامیاب دورہ فرمایا۔ اس دورہ میں ہر جگہ آپ کو وہاں علماء، مشائخ مدارس دینی و تعلیمی مراکز اور عام مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، شاندار استقبالئے دئے گئے اور اہم مقامات پر حضرت مفتی صاحب نے پاکستان کے حالات بالخصوص اسلامی قوانین کیطرف پیش رفت پر عالمانہ خطاب بھی فرمایا۔ اس سلسلہ میں ہم ۲۶ اپریل کو ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدّہ کی یونیورسٹی ہال میں حضرت مفتی صاحب کے خطاب کو شائع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صاحب کے رفیق سفر محب مکرم مولانا قاری سعیدالرحمان صاحب راولپنڈی نے خاص طور سے قارئین الحق کے لئے مرتب فرمایا۔

—— ادارہ ——

آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فلا وربك لا يؤمنون حتى

جناب صدر محترم اور معزز دوستو! اور بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آج اس ارض مقدس میں آپ حضرات کی ملاقات نصیب فرمائی یقیناً میرے لئے آپ کی ملاقات باعث مسرت ہوگی، اسوقت پاکستان کے مسلمانوں نے عظیم قربانیوں کے بعد اسلامی قانون کا آغاز فرما دیا ہے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نظام کو تکمیل تک پہنچائے آمین۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اے میرے پیغمبرؐ تیرے رب کی قسم کہ یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جبتک کہ آپ نے تمام اختلافات میں آپ کو اپنا حکم اور ثالث تسلیم نہ کرلیں اور صرف یہ نہیں کہ آپ کو حکم تسلیم کرلیں بلکہ ان کے دل میں کسی قسم کی پریشانی، استغراض زلیغ اور تنگی محسوس نہ ہو اور آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرے اور اگر یہ کیفیت

ہے تو مسلمان ہے اور اگر یہ کیفیت نہیں تو رب کی قسم یہ مسلمان نہیں ہے۔ اگر ہم اس قرآنی حساب کی روشنی میں اپنے حالات کو دیکھیں کہ پاکستان میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے اور کیا تھی تو حقیقت یہ ہے کہ ہم مومن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے انگریز نے اسلامی نظام جو وہاں پہ تقریباً آٹھ سو سال سے نافذ تھا اُسے درہم برہم کر دیا اور انگریز کی غلامی کے دور میں انگریز کی یہ کوشش رہی کہ مسلمان کا تعلق اسلام سے منقطع ہو جائے۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر ہم اسلامی نظام کی رہنمائی سے محروم ہو کر چلے آرہے ہیں ہم نے تمام نزاعات فوجداری قسم کے ہوں یا دیوانی قسم کے ہوں میں جناب نبی کریم کو اپنا حکم تسلیم نہیں کیا تھا، بلکہ انگریز کے قانون سے نزاعات ہم نے طے کرائے اور پھر ہم مطمئن تھے۔ یہاں تک کہ دو سو برس تک ہمارا یہ عمل جاری تھا، تو یہ بتائیں کہ ہم کس طرح مؤمن کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں میں بہر حال ان لوگوں کو ضرور مستثنیٰ کروں گا جنہوں نے انگریز کے خلاف بدیں نیت کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد پھر یہاں پر اسلام کا نظام نافذ ہوگا، اس نیت سے جنہوں نے انگریز کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی اور قربانیاں دیں۔ ان لوگوں کو میں ضرور یہ حق دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا عذر پیش کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد جب پاکستان بنا تو پاکستان اس مقصد کے لئے بنا تھا کہ ہم اپنی زندگی میں اسلام کو عملاً نافذ کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے بن جانے کے بعد تیس یا اکتیس برس گزرے اور ہم وہ مقصد حاصل نہ کر سکے جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا اور اسکی وجہ کیا تھی ــــ؟ یہ ایک بہت تلخ داستان ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد حکمران طبقے کے لوگوں کی ایک معمولی سی اقلیت نے جسے پاکستان میں سیاسی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اور وہ پاکستان پر سیاسی طور سے مسلط ہو چکے تھے ان کی زندگیاں اسلام سے بہت دور تھیں وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق بنانے پر قادر نہ تھے۔ تو انہوں نے کوشش یہ کی کہ اسلام کے نام کو استعمال کر لیا جائے سیاسی اغراض کے لئے لیکن عملاً اسلام کا کوئی نام وہاں پہ موجود نہ ہو تاکہ ان کی زندگیاں اسلام سے متاثر نہ ہوں، عوام کی بات تو یہ تھی کہ جب بھی ہم کسی اجتماع سے خطاب کرتے تھے تو وہ سب بآواز بلند اسلامی نظام کے قیام کا مطالبہ بھی کرتے تھے اور آواز بھی اٹھاتے تھے۔ لیکن ان کے پاس سیاسی قوت نہیں تھی وہ اس خواہش کو فی الحقیقت عمل میں لانے پر قادر نہیں تھے۔ تو جو لوگ دل سے اسلامی نظام لانے کے خواہشمند تھے لیکن وہ اپنے ضعف کی وجہ سے اسکو نافذ کرنے پر قادر نہ تھے تو ان کو بھی اللہ کے سامنے اپنے عذر کو پیش کرنے کا تھوڑا سا حق ملتا ہے۔

ــــ تو میرے محترم دوستو! اصل بات یہ ہے کہ خواہش کتنی سچی کیوں نہ ہو خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں آتی جب تک اس خواہش کے پیچھے عملی قوت نہ ہو۔ ایک شخص مثلاً زمیندار ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ میرے کھیت میں بہت زیادہ غلہ پیدا ہو اور پیداوار فی ایکڑ بڑھے، لیکن وہ زمین میں محنت نہیں کرتا، پانی نہیں دیتا،

نہ وقت پہ تخم ڈالتا ہے ، نہ رکھوالی کرتا ہے ، خواہ اسکی خواہش کتنی بھی شدید کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسکی پیداوار میں اضافہ نہیں کرتا ہے ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بغیر تخم ڈالے بھی زمین سے پیداوار دے سکتا ہے ۔ قدرت کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت یہ ہے کہ محنت کا پھل ملتا ہے ۔

چونکہ ہمارے اس مطالبے کے پیچھے قوت نہیں تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی عادت تبدیل نہیں ہوتی ہے ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔

اور جب ۱۹۷۷ء میں وہاں پہ ملک گیر تحریک اٹھی تو لوگوں نے قربانیاں دیں خون کے نذرانے پیش کئے اور رو رو کر خدا کے سامنے اپنے آنسو بہائے ۔ جیل خانوں کو آباد کیا ۔ کاروباری لوگوں نے بازاروں کو بند کیا ، کروڑوں کے نقصان کو اپنایا اور اس تحریک کو کامیاب بنایا اور عظیم تحریک میں قربانیاں دینے کے بعد جلد اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو کامیاب کر دیا ۔ اور اسلامی نظام کا آغاز فرما دیا اور اس وقت ایک عجیب صورتحال ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا بھر کے ملکوں میں اسلامی ملکوں میں اسلامی نظام قانون تقریباً بہت سے ملکوں میں ہے ۔ دیوانی مقدمات کی حد تک میں نے جہاں تک دیکھا ہے ۔ مراکش میں تیونس میں الجزائر میں لیبیا میں مصر میں عراق اور شام میں تمام عرب ممالک میں اور آپ انڈونیشیا ، ملایا تک چلے جائیں اسلامی نظام بحیثیت دیوانی قانون کے نافذ ہے لیکن حدود کی سزائیں مملکت سعودیہ کے سوا کہیں بھی نافذ نہیں ہیں ۔ اور پاکستان کا شمار بھی نہیں تھا ۔ پاکستان میں تو انگریز نے اسلامی نظام کو مکمل درہم برہم کر دیا تھا ۔ نہ دیوانی مقدمات میں نہ فوجداری مقدمات میں اسلامی نظام تھا ۔ لیکن جن ملکوں میں دیوانی مقدمات کی حد تک اسلامی قانون نافذ تھا وہاں بھی حدود شرعیہ نافذ نہیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں وہ مرعوب تھے ، کفر کی ملعون طاقتوں سے مرعوب تھے ۔ ان میں احساس کمتری نمایاں تھا ۔ اور سعودی عرب کے سوا تمام اسلامی ممالک یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم چور کی سزا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا ، نافذ کر دیا تو برطانیہ کیا کہے گا ۔ کہ اس مہذب دور میں بیسویں صدی کے آخر میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ؟ یہ تو پرانے زمانے کی بات ہے ۔ اور چودہ سو سال قبل یہ ان غیر مہذب قسم کے لوگوں کے لئے وحشی دور کا قانون تھا ۔ نعوذ باللہ یہ مہذب دور میں ہاتھ کاٹنے کی سزا برطانیہ کے لوگ کیا کہیں گے ۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے زناء پر زانی کے لئے سنگسار ہونے کی سزا کا اعلان کر دیا تو امریکہ ہنسے گا ۔ اور اگر شراب پینے پہ اسّی کوڑوں کی سزا نافذ کر دی تو روس ہنسے گا ۔ اور اگر ہم نے ڈاکو کے ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کی سزا نافذ کر دی تو ہم پہ چین ہنسے گا ۔ دنیائے کفر کی ملعونیات پہ وہ اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے ۔

میرے محترم دوستو ! پاکستان میں وہ قدم جو تمام اسلامی ممالک نہیں اٹھا سکے وہ آخری اور مشکل قدم سب سے پہلے اٹھایا گیا ہے ۔ آج وہاں پہ زانی کی سزا اسلامی قانون کے مطابق اگر وہ شادی شدہ ہے تو سنگسار

ہے۔ اور اگر اس کی شادی نہیں ہوئی تو اسکی سزا قرآن کے مطابق سو کوڑے ہے۔ اور اگر کسی پہ زنا کی تہمت بغیر ثبوت کے کسی نے لگائی تو اسکو اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ جسطرح ارشاد ہے: والذین یرمون المحصنت اور مدت العمر تک اسکی گواہی قبول مت کرو۔ اسطرح ڈاکو کی سزا بھی قرآن میں ہے۔ ارشاد ہے: انما جزاء الذین ۔ الخ تو قرآن نے چار سزائیں بتائی ہیں ان کے لئے جو کہ زمین میں فساد کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے امن کو خراب کرتے ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ڈاکہ اگر ڈالدیا اور کسی کو قتل بھی کر دیا اور مال ہاتھ نہ آیا۔ اور دوسری صورت میں کہ قتل بھی کیا اور مال بھی چھین لیا۔ تیسری صورت میں مال چھینا اور قتل نہ کیا اور چوتھی صورت کہ حملہ بھی ناکام ہو گیا۔ تو پہلے کی سزا کہ ان یقتلوا۔ اسکو قتل کر دو قصاص میں اور دوسری صورت میں ان یصلبوا قتل بھی کر دو اور لاش بھی لٹکا دو، تاکہ عبرت کا سامان پیدا ہو۔ اور تیسری صورت میں اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دو۔ او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف ـــــ اسکی سزا چور سے سخت ہے۔ کیونکہ چور آپ کی غیر موجودگی میں چوری کرتا ہے۔ اور یہ تو زبردستی ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اور من خلاف کا حکم دیا تاکہ توازن قائم ہو سکے چور اور ڈاکو کے درمیان میں۔ اور چوتھی صورت میں او ینفو من الارض ـــــ اس کو ملک بدر کر دو یا عمر بھر کے لئے قید کر دو تاکہ معاشرے میں دوبارہ واپس نہ آسکے۔ معاشرے سے اسکو نکال دو۔

اب یہ چاروں سزائیں پاکستان میں نافذ ہو چکی ہیں اور السارق والسارقہ ۔ الخ غرض یہ کہ یہ سزائیں حدود اربعہ ہیں۔ حد الزنا بقسمین ـــــ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا اور حد قذف یعنی قاذف ـــــ بہتان تراشنے والے کو اسی کوڑوں کی سزا اور حد شرب خمر شراب پینے والے کے لئے، اسی کوڑوں کی سزا اور حد سرقہ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ یہ چاروں یا پانچوں سزائیں اب آج پاکستان کا قانون بن چکی ہیں۔ تو دیوانی مقدمات ابھی نہیں ہوئے لیکن جو مشکل قدم تھا وہ اٹھ گیا ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ دیوانی مقدمات کو شریعت کے مطابق بنانے میں تو تکلیف ہی نہیں ہے۔ کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ تو غرض یہ کہ آج ہم کو دنیائے کفر سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے بلکہ ڈٹ کر ایمانی قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں کہ لندن جو دنیا میں ایک بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے، یعنی فن کا مرکز علم کا مرکز ثقافت اور تہذیب کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اور وہاں پر ایک کروڑ کے قریب انسان بستے ہیں۔ لیکن آپ کو کیا بتاؤں کہ دنیا میں سب سے زیادہ چوریاں، بدمعاشی، بے حیائی، علانیہ لندن میں ہوتی ہے۔ اب چوری کی سزا ہر جگہ پر ہے خواہ وہ اسلامی ملک ہو یا غیر اسلامی۔ چوری قانوناً لندن میں بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن ایک شخص مثلاً وہاں پہ چوری کرتا ہے۔ مثلاً ایک لاکھ پاؤنڈ چوری ہے۔ جو کہ تقریباً بیس لاکھ روپے بنتے ہیں۔ لیکن وہ اسکی سزا میں جیل میں صرف چھ ماہ قید ہوتا ہے۔ اور چھ ماہ میں روٹی کپڑا اور مکان جیل والوں کے ذمہ ہے۔ وہ خود اس سے فارغ ہے۔ اور چھ ماہ قید میں گذارنے کے بعد جب گھر آتا ہے۔ تو اور

سزا میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ مثلاً سزا بھی چار ماہ ہو جائے تو وہ تو کہے گا کہ میں نے چار ماہ آرام سے گذارے اور بیس لاکھ روپے بھی کمائے، اور اگر میں ملازمت کرتا، مزدوری کرتا تو میں بیس ہزار روپے بھی نہیں کما سکتا تھا اور یہ تو میں نے بیس لاکھ روپے کمائے ہیں۔ یہ سودا بڑے فائدے کا سودا ہے، خسارے کا سودا نہیں۔ تو پھر وہ لازماً ایک دوسری چوری کی تیاری کرے گا۔ تو غیر اسلامی سزائیں تو جرائم کی تربیت کا ذریعہ ہیں نہ کہ ختم کرنے کا، اصل میں سزا اس لئے قائم کی ہے کہ سزا میں حکمت ہے انسداد جرم کی۔ تو اسلامی سزاؤں میں انسداد جرم ہے۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے میں باہر سے یہاں پر حج یا عمرہ کرنے کے لئے آتا ہوں تو یہاں پر رہتے ہوئے میں کبھی کسی کا ہاتھ کٹا ہوا تو نہیں دیکھتا۔ اور پاکستان میں لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پر اگر لوگوں کے ہاتھ کٹنے لگ گئے تو مزدور پھر کہاں سے لائیں گے اور کارخانوں میں کون کام کرے گا۔ اور پاکستان ٹنڈوں کا ملک بن جائے گا۔ لیکن اس شخص کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہیئے جسکا ہاتھ اتنا لمبا ہو جائے کہ دوسرے مسلمان کے گھر تک اس کا ہاتھ پہنچ جائے، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے تو توازن قائم ہوگا۔ اور میں نے سعودیہ میں کبھی ٹنڈوں کی جماعت نہیں دیکھی اور نہ حرم میں کوئی ٹنڈا دیکھا۔ حالانکہ وہاں پر لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ اور عملاً بھی یہاں پر دوکاندار دوکان کھلی چھوڑ کر نماز پڑھنے جاتے ہیں، کاریں رات کو بازاروں میں گلیوں میں کھڑی کر دیتے ہیں، کسی مکان میں گیراج بھی نہیں ہے۔ پاکستان میں تو مکان بنتا نہیں جب تک اس میں گیراج نہ ہو اب حج میں یہاں پر کتنا رش ہوتا ہے۔ لیکن لوگ دوکانوں کے سامنے کپڑے باندھ کر چلے جاتے ہیں۔ تو یہ سب اسلامی قانون کا نتیجہ ہے۔ اور ہم آج یہ بات فخر سے کہتے ہیں کہ اگر آج سعودیہ میں ایک نوجوان عورت زیورات سے لدی ہوئی ہو اور سعودیہ کے ایک کنارے سے چلتی ہے دوسرے کنارے تک اور صحراؤں میں شہروں میں چلتی ہے لیکن اس پر کوئی ہاتھ ڈالنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا یہ سب اسلامی قانون کا نتیجہ ہے۔ اب اسوقت ساری دنیا میں سعودیہ واحد ملک ہے جرائم کی کمی کے لحاظ سے اور یہ اسلامی قانون نافذ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اب ہم اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو دوسرے آدمی کو کہہ سکتے ہیں کہ بھائی ہمارے ملک میں تو اتنے مقدمہ درج ہوئے اور آپ کے ملک میں کتنے درج ہوئے۔ تو جرائم کا سد باب سزاؤں میں سختی کیوجہ سے ہوتا ہے۔ اور اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو زبردستی سزا دی جاتی۔

جناب نبی کریمؐ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں دس سال میں صرف ایک ہاتھ کٹا وہ ایک عورت تھی۔ بنو مخزوم کے قبیلہ کی اور قریش کے خاندان کی ایک معزز عورت تھی، اس نے چوری کی چوری ثابت ہوئی تو آپؐ نے حکم فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو اور یہ اسلام میں پہلا واقعہ تھا۔ تو صحابہ کرامؓ کو معلوم نہیں تھا کہ حدود میں سفارش نہیں چلتی اور اللہ کے پیغمبر کو بھی اللہ کی حد کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ بنو مخزوم کے قبیلہ کے لوگوں نے اکٹھے ہو کر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضورؐ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا اور اسامہؓ حضورؐ کے بہت بڑے مقربین میں سے

تھے اور زید ابن حارثہؓ کے بیٹے تھے جنکو لوگ زید بن محمد کہتے تھے، اتنا قرب تھا ان کا حضورؐ سے۔ لیکن جب انہوں نے سفارش کی تو فغضب رسول اللہ وقال یا اسامہ اتشفع فی حد من حدود اللہ والذی نفسی بیدہ لو سرقت فاطمہ بنت محمد لقطعنا یدھا۔

تو حضورؐ غصہ ہوئے اور فرمایا اے اسامہ تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے۔ قسم ہے اس رب کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹتا۔

اور یہ ایک واقعہ ہے، اسطرح اسلام کسی زانی کو زبردستی سنگسار نہیں کرنا چاہتا، لیکن مجرم کو شک و شبہ کا فائدہ نقصان پہنچاتا ہے، اور حضورؐ نے فرمایا کہ جتنی تمہاری طاقت ہو تو حدود کو دفع کرو اور ختم کرتے جاؤ اور حضورؐ کے عہد میں صرف دو سنگسار کے کیس آئے، ایک حضرت معاذؓ کا اور ایک غامدیہ کی ایک عورت کا واقعہ ہے۔ اور یہ دونوں اپنے اقرار سے ہوئے، گواہوں سے نہیں۔ اور زنا کا کیس آج تک چودہ سو سال سے اسلامی ادوار میں گواہوں سے ثابت نہیں ہوا یہ ناممکن ہے۔ چار گواہ کیسے مل سکتے ہیں۔ اور نکاح کے ثبوت کے لئے شریعت جتنے گواہ مانگتی ہے اتنے مل سکتے ہیں۔ نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والے گواہ بن جائیں گے۔ لیکن زنا کے لئے چار گواہ مقرر کر دئے تاکہ جرم کا ثبوت سخت ہو۔ اور سزا کے نفاذ سے فائدہ بھی پہنچا ہو۔

تو غامدیہ عورت نے خود حضورؐ کے سامنے اقرار کیا۔ آپؐ نے ٹالا لیکن وہ نہیں ٹلی حضورؐ نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں بچہ ہے تو کہا کہ بچہ ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بچہ سنگسار سے مرجائے گا۔ جاؤ جب یہ بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے بعد تم کو سنگسار کریں گے، جاؤ گھر بیٹھ جاؤ۔ اور حضورؐ نے اسکو قید نہیں کیا، اس کو بھانے نہیں بھیجا بلکہ فرمایا جاؤ گھر بیٹھ جاؤ۔ جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو کپڑے میں لپیٹا اور پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ خود موت کے لئے آرہی ہے۔ لیکن صداقت کا زمانہ ہے۔ اس پر گناہوں کا جو بوجھ تھا وہ اس کے ساتھ اللہ کے ہاں نہیں جانا چاہتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسکو دودھ کون پلائے گا۔ جاؤ جب تک یہ کچھ کھاتا نہیں اور صرف دودھ پیتا ہے تو اسکو دودھ پلاؤ۔ اس عورت نے چھ ماہ میں اپنے بچہ کو روٹی کا عادی بنا دیا۔ اندازہ لگاؤ کہ بچہ چھ ماہ میں کچھ نہیں جانتا اور اس نے اسکو روٹی کا عادی بنا دیا۔ موت کا پتہ بھی ہے اور کتنی جلدی کرتی ہے۔ اور آجکل ہمارے ہاں تو عدالت اگر کسی کو سزا موت دے تو وہ معاف بھی ہو سکتی ہے۔ تو پھر حضورؐ نے کہا کہ اس کا باپ تو نہیں اس کا کفیل کون ہوگا۔ ایک صحابی نے کہا اس کا کفیل میں بنتا ہوں۔ اس عورت نے اپنے ہنستے کھیلتے چھ ماہ کے بچہ کو کفیل کے حوالے کر دیا اور خود سنگسار ہونے کے لئے کھڑی ہوگئی۔ اور جب سنگسار ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا توبہ اتنا بھاری تھا کہ اگر اسکو سارے مدینہ والوں میں تقسیم کر دے تو تب بھی کم نہ ہو۔ یہ حضورؐ نے اسکو تمغہ عطا فرمایا۔ اور مجھے پاکستان میں اسلامی قانون کو ناکام ہونے کا خطرہ بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ

وہاں پر عدالتوں میں جھوٹ بہت زیادہ ہے۔ گواہ جھوٹا، وکیل جھوٹا، پولیس افسر جھوٹا اور یہ کیوں ہے کہ اگر جھوٹ نہ ہو تو مقدمہ کوئی جیت بھی نہیں سکتا۔ اور ہم سچ کیوں بولیں یہاں قانون بھی تو سچا نہیں۔ گواہ جھوٹا مدعی جھوٹا مدعی علیہ جھوٹا اور پولیس افسر بد دیانت اور رشوت خور ہیں۔ تو بتاؤ کہ کسطرح وہاں پہ اسلامی قانون کامیاب ہوگا۔ تو جب ہر شخص دیانتداری سے کام نہیں کرے گا

آپ لوگ اس دیارِ مقدسہ میں رہتے ہیں۔ کم از کم اللہ تعالیٰ سے دعا تو کریں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ایسی اسلامی مملکت بنائے جو ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو۔ اور میں آپکو خوشخبری دیتا ہوں کہ پاکستان اس راستہ پہ چل پڑا ہے۔ اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسکو کامیاب بنائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : ارشادات

یہ کمال درجہ محبت انشاء اللہ بار آور ہوگی۔ اور آپ کیلئے ذریعہ انعام و اکرام دنیا اور آخرت میں بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فضلائے دار العلوم کو بالخصوص اور دیگر علماء کو بالعموم اور اس کے ممد و معاونین کو بہتر کامیابی اور فلاح نصیب فرمادے۔ میرے حق میں بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اہل بنادے، بینائی واپس کر دے اور بصارت و بصیرت نصیب فرمادے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے علم باعمل میں ترقی نصیب فرمادے، اور اللہ تعالیٰ دنیا اور عقبیٰ کی کامیابی نصیب فرمادے میں چونکہ کمزور ہوں فی الحال سینہ میں طاقت نہیں کہ آپ کے خدمت میں زیادہ عرض کر سکوں۔ (تقریر زنادیہ اختتام پذیر ہوئی)

اجلاسِ صد سالہ

دار العلوم دیوبند

احقر کے نام مادر علمی کے ان مراسلوں کا مخاطب میں الحق کے تمام قارئین بالخصوص اہل علم و فضلاء دیوبند کو بھی بنانا چاہتا ہوں تاکہ جتنا بھی ہو سکے ہر شخص اس میں تعاون کر سکے متعلقہ حضرات براہ راست دار العلوم دیوبند سے مراسلت و مراجعت فرماتے رہیں۔ (س)

★

بخدمت جناب مولانا سمیع الحق صاحب

سلام مسنون —— آنجناب کے علم میں یہ بات آگئی ہوگی کہ دار العلوم دیوبند ایک اجلاس صد سالہ کا انعقاد عنقریب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسی میں فضلائے دار العلوم کی دستار بندی بھی ہوگی۔ اس اجلاس میں ایسے غیر ملکی حضرات کو بھی مدعو کیا جاتا ہے جو علمی حیثیت سے امتیاز رکھتے ہیں خواہ وہ دار العلوم کے فاضل ہوں یا نہ ہوں۔

آنمحترم کو چونکہ دار العلوم دیوبند سے ایک قلبی لگاؤ ہے اس لئے درخواست ہے کہ اپنے علاقے کے مؤقر علمی حضرات کے اسمائے گرامی ان کے پتے اور انکی علمی و روحانی خدمات سے دفتر اجلاس صد سالہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ یہ آپ کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ کیونکہ ان حضرات میں سے انتخاب کر کے اجلاس صد سالہ کے لئے مدعو کرنا ہے۔

آپ اتنی تکلیف اور فرمائیں کہ ان حضرات میں سے جو حضرات دعوت نامے کو قبول فرما سکیں۔ ان کی نشاندہی بھی اس فہرست میں فرما دیں۔ فقط والسلام

مخلص۔ محمد اسلم قاسمی

ناظم اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند

۱۶ - ۷ - ۹۹ ھ

حضرت محترم مولانا سمیع الحق صاحب

سلام مسنون ـــــ امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔

اجلاس صد سالہ دار العلوم کے لئے ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کی تاریخیں آخری طور پر طے کر دی گئی ہیں اجلاس کے لئے تحصیل سرمایہ اور فراہمی اراضی کا کام پوری تندہی سے جاری ہے۔ براہ کرم آپ حضرات درج ذیل امور پر فوری طور پر توجہ فرمائیں۔

۱۔ پاکستان کے مقتدر علماء وفضلاء دیوبند مشترکہ طور پر اخبارات کے لئے ایک بیان جاری کریں اس میں اجلاس کی تاریخوں کا اعلان اور فضلائے دیوبند سے پرزور گزارش کی جائے کہ وہ اپنے نام و پتے جلد از جلد دفتر اجلاس صد سالہ دار العلوم کے پتہ پر روانہ کریں۔ تاکہ دفتر ان سے رابطہ قائم کرے۔ آپ حضرات خود بھی فضلائے دار العلوم کے پتے اپنے طور پر مہیا فرما کر دفتر کو بذریعہ رجسٹری روانہ کریں۔

۲۔ اب آپ حضرات اور جملہ فضلاء دفتر اجلاس صد سالہ سے اپنا ربط برابر قائم رکھیں، پاکستان سے جتنے حضرات اجلاس میں آنا چاہتے ہوں وہ اپنے اپنے پاسپورٹ کا انتظام کر لیں اور اپنی آمد کے ارادہ کی اطلاع ہمیں بھی دیں تاکہ ہم ان کے ویزہ کے لئے یہاں کوشش کر سکیں۔

۳۔ اجلاس صد سالہ کے لئے مالی سرمایہ کی فراہمی کا انتظام کیا جائے مگر محتاط طریقہ پر ایک باقاعدہ کمیٹی ہو جس میں ذمہ دار حضرات شریک ہوں، صرف یہی کمیٹی تحصیل مالیات کی ذمہ دار ہو اور اسی کے پاس سارا سرمایہ جمع رہے مالیات کے سلسلے میں کوئی بدنظمی نہ ہونی چاہیئے۔ مناسب وقت پر اس سرمایہ کو ہم حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ واضح ہو کہ اجلاس صد سالہ کا کم از کم متوقع خرچ ۲۵ لاکھ روپے ہے۔

۴۔ اجلاس صد سالہ سے متعلق پاکستان میں جو مضامین، مقالات اور اطلاعات وغیرہ شائع ہوں ان کی کئی کئی کاپیاں دفتر اجلاس صد سالہ کو ضرور روانہ فرمائیں۔ والسلام

محمد اسلم قاسمی

ناظم اعلیٰ اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند

ضبط وترتیب سید نصیب علی شاہ بخاری، صدر جمعیۃ الطلباء اسلام
شریک دورۂ حدیث شریف دارالعلوم حقانیہ

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث

کراچی میں دو چار ماہ زیر علاج رہنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ طویل وقفہ کے بعد دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے طلبار کے لئے مسرت کا موقع تھا، اظہارِ عقیدت کے طور پر پشتو اور عربی میں قصیدے اور سپاسنامے طلبہ نے پیش کئے اور شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے دورۂ حدیث کے طلبہ نے ترمذی شریف کے اوائل اور اواخر کچھ حصے پڑھ کر سنائے کہ سماعاً شرف تلمذ حاصل ہو اس موقع پر دارالحدیث اساتذہ طلبہ ومشائخ سے بھرا ہوا تھا، حضرت مدظلہ نے اس مجلس میں ضعف کے باوجود حسب ذیل ارشادات سے ہمیں نوازا۔ (سید نصیب علی شاہ بخاری)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد۔ گذشتہ دور میں احادیث شریف پڑھنے کے دو طریقے ہوتے تھے، ایک بڑا طریقہ سرد الحدیث، حدیث کی عبارت پڑھنا، ان کی درسی زبان عربی تھی اور قرآن کے بعد فصاحت اور بلاغت احادیث میں ہے۔ تو ابتدائی دور میں ہمارے ہاں کے رائج لفظی تحقیقات پر بحث نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ صرف احادیث کا اتصال سند کے لحاظ سے ایک اہم اور ضروری امر تھا۔ تاکہ ہر حدیث کا سند متصل ہو جائے۔ سند کی مثال ایسی ہے جیسے کہ دریا بہتا ہے اور ہمارے دارالعلوم کے سامنے ایک زمین ہے جو اس دریا سے سیراب ہونا چاہتی ہے اس کے سیراب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ درمیان میں سے ایک چھوٹی نہر نکالی جائے جس کے ذریعہ پانی آکر زمین سیراب ہو جائے گی۔ ارشاد ہے: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ اللہ جل جلالہ نے آپ اور ہماری ہدایت کیلئے وحی بھیجی:۔ تنزیل من حکیم حمید لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو نہایت حفاظت سے محفوظ بنا کر بھیجا۔ جب وحی آتی ہے تو خود جبرائیلؑ پر بھی شیطان یا اس کے ذریعہ اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ جبرائیل کو ایک نبی نے کہا کہ آپ ساتویں آسمان سے وحی لاتے ہیں اور اتارتے ہیں تو کیا آپ کو کوئی تکلیف اور مشقت تو نہیں ہوتی تو جبرائیل نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی قسم کا تردد اور مشقت محسوس نہیں کیا ہے۔ مگر صرف اس وقت

جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا تو میں ساتویں آسمان پر تھا کہ امر ہوا کہ جاؤ یوسف علیہ السلام کو پکڑلو تاکہ پانی میں ڈوب نہ جائے یہ مسافت تو دور تھی گرہ ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کا امر تھا کہ پانی تک پہنچنے سے قبل پکڑ لوں۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین - جبرائیل علیہ السلام نے انگلی سے قریٰ لوطؑ جس کی چھ لاکھ سے زیادہ آبادی تھی آسمان تک پہنچائی اور پھر اُسے پھینک دیا۔ اوّلاً تو جبرائیلؑ ذی قوۃ اور عند ذی العرش مکین ہے۔ دنیا کے عناصر اربعہ مرکب چیز تو انفعال کا اثر قبول کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو قوی اور مضبوط ہے قدرت کا مالک ہے اور جو ذی العرش کے ساتھ مکین ہے وہ منفعل نہیں اس پر کوئی چیز اثر نہیں کرسکتی۔ مطاع سردار ہے۔ جب جبرائیلؑ کہیں جاتے ہیں تو اُن سے آگے پیچھے ہزاروں ملائکہ کا باڈی گارڈ ساتھ جاتا ہے اس کیلئے ضرورت نہیں لیکن یہ صرف قانونی انتظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت وحی کیلئے کیا گیا ہے۔ تو یہ حدیث جو ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ وحی ایک متلو ہے جو کہ قرآن مجید ہے قدیم ہے اور دوسری غیر متلو ہے جو نماز میں نہیں پڑھی جاتی حادث ہے اور اس وجہ سے حدیث کو حدیث کہا جاتا ہے الحدیث ما نسب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر القرآن قولاً او فعلاً او تقریراً و ثبوتاً۔

احادیث بھی وحی ہے لیکن وحی غیر متلو ہے اور یہ وحی غیر متلو جوامع اور سنن کی شکل میں آپ کو درسگاہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ ترمذی شریف جوامع میں سے ہے اس میں آداب، عقائد، احکام، تفسیر، سنن، اس میں جملہ آٹھوں انواع حدیث جمع کی گئی ہیں۔ اوّل جوامع میں بخاری شریف ہے۔ دوسرے درجہ میں مسلم شریف، تیسرے درجہ میں ترمذی شریف ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ سنن میں سے ہیں۔ جن احادیث کی کتابوں میں احکام ذکر کئے جاتے ہیں، کتاب الحدود سے وصایا تک اس کو سنن کہا جاتا ہے اور جن کتابوں میں آٹھوں اقسام بیان ہو کم ہوں یا زیادہ جیساکہ مسلم شریف جوامع میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو یہ مشغولیت فی الاحادیث مبارک بنادے اور انشاء اللہ اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها ثم اداها کما سمعها۔ تر و تازہ رکھے اس آدمی کو جس نے میری بات سن لی جیساکہ آپ پڑھتے ہیں فوعاها پھر یاد کیا اداها کما سمعها۔ پھر پہنچایا، جیساکہ سنا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت اور قبر میں تر و تازہ اور آباد رکھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے خلفاء پر۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ آپ کے خلفاء کون ہیں۔ حضور اقدس صلعم نے فرمایا میرے خلفاء وہ ہیں جو حدیث پڑھتے ہیں پھر اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ رحم اللہ خلفائی۔

—— تو یہ ایک بڑی سعادت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرف فرمایا ہے۔ بدقسمتی سے اس دفعہ میں (بوجہ امراض کے) آپ کی خدمت کرنے سے محروم ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع نصیب فرمادے۔ آپ کی

بقیہ صفحہ ۱۲ پر

جناب چوہدری رستم علی

موجودہ حالات اور قادیانیوں کے خفیہ منصوبے

موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے آئینے میں

پچھلے تین سال کے ملکی و بین الاقوامی حالات کے آئینے میں قادیانی جماعت کے کردار کا جائزہ لینے سے جو حقائق منظر عام پر آئے ہیں وہ بہت حد تک تشویشناک ہیں۔ یہ حقیقت منظرِ عام پر آچکی ہے کہ قادیانی جماعت سراسر سیاسی گروہ ہے اور سامراجی طاقتوں اور صیہونی تخریب کاروں کا آلہ کار طائفہ ہے، اس کا بنیادی مقصد ملتِ اسلامیہ کی اجتماعیت کو دولخت کرنا اور ان کے عقائد کے خلاف ایک ایسا محاذ قائم کرنا ہے جو جدید یہودیت پر منتج ہو۔ قادیانی مبلغ برطانوی سامراج کے جاسوس اور صیہونیت کے اعضا و جوارح رہے ہیں[1] اور اب بھی ہیں۔ ان کھلے کھلے حقائق کے منظر عام پر آنے کے بعد قادیانی جماعت کا سیاسی احتساب ازبس ضروری ہے اور امتِ مسلمہ کو ان کی نئی حکمتِ عملی سے روشناس کرانا ایک اہم ملی فریضہ ہے۔

لندن کانفرنس کے اہم مقاصد اور سازشیں قادیانیوں نے گذشتہ سال جون ۱۹۷۸ء میں مسیح کی صلیبی موت سے نجات کے نام پر لندن میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں مرزا ناصر احمد نے بذاتِ خود شرکت کی۔ آپ کے علاوہ سر ظفر اللہ، ڈاکٹر عبدالسلام اور ایم ایم احمد نے بھی لندن کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کے ظاہری مقصد سے قطع نظر اس کا بنیادی مقصد سامراجی اور یہودی آقاؤں کے مشورہ و اعانت سے ایک سیاسی پالیسی وضع کرنا تھا جس پر مستقبل قریب میں عمل کیا جا سکے۔ کانفرنس کے دو غیر رسمی اجلاس کنزنگٹن کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کے ہال میں منعقد ہوئے۔ جس میں صرف قادیانی نمائندوں، بعض اعلیٰ برطانوی افسران، امریکی جماعت کے بعض با اثر افراد اور اسرائیلی جماعت کے نمائندے نے شرکت کی۔ اس جگہ ½ دن کو کانفرنس کا باضابطہ انعقاد ہوا۔ کانفرنس کے خفیہ اجلاسوں میں جو معاملات

---

[1] قادیانیت کے سامراج اور صیہونیت کیساتھ گہرے روابط کے مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں "قادیان سے اسرائیل تک" موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک ۱۹۷۸ء

طے ہوئے وہ مختلف ذرائع سے منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔ لندن کے بعض پاکستانی دین داروں نے اس سیاسی کانفرنس کے فیصلوں سے آگاہی حاصل کی گو کہ قادیانی انتہائی خفیہ طریقے سے اجلاس منعقد کرتے رہے، قادیانی منصوبے کے عوامل وعواقب کا واقعاتی پس منظر میں مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ستمبر ۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دئے جانے کے بعد سے قادیانیوں نے نہ تو اپنی سرگرمیوں میں کمی کی ہے اور نہ ہی سیاسی تخریب کاری کی پالیسی کو ترک کیا ہے اگر گہرے طور پہ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سالوں میں قادیانیوں کی سرگرمیاں پورے عروج پہ رہیں، کیونکہ پاکستان کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات میں امریکہ اور اسرائیل کو ان کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ دنیا کے ان تمام ممالک میں قادیانی اور بہائی تحریکوں کو فروغ دینے کے لئے سامراجی یہودی طاقتیں بے تاب ہیں جہاں احیائے اسلام کی تحریکیں جاری ہیں۔ قادیانی سنی مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں تو بہائی شیعوں کو جدید یہودیت کا درس دے رہے ہیں۔ قادیانی اور بہائی دونوں تحریکوں کے اسرائیل سے گہرے روابط ہیں اور وہاں ان کے مضبوط مراکز قائم ہیں جو ممالک عربیہ کے خلاف سیاسی اڈے کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔

لندن کانفرنس میں قادیانیوں نے پاکستان میں چلائی جانے والی تحریک نظامِ مصطفٰے اور اس کے مضمرات پر طویل بحث کی اور مستقبل کی اسلامی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام قادیانیت کے لئے براہ راست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ قادیانی معتقدات اور سیاسی نظریات سے واقفیت رکھنے والے اہل نظر حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ جس دن ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کو چیلنج کر کے خدا کی وحی کی رو سے بزعم خود

نبی ہونے کا دعویٰ کیا اسی دن ملت اسلامیہ کے اندر ایک ایسی جماعت تشکیل پانے لگی جو اسلام کی غدار، دین سے باغی اور مسلمانوں کی کھلی دشمن تھی جو ان کو مطلق کافر، خدا کے "نبی و رسول" کا منکر اور جہنمی قرار دیتی تھی۔ مرزا صاحب نے جس مذہب کی بنیاد رکھی اس کو دنیا کا نیا دین قرار دیا جانے لگا۔ قادیانیوں کی اس سلسلے میں کھلی کھلی تحریریں موجود ہیں جن کی رو سے مرزا صاحب ایک مستقل نبی، ان کی جماعت ایک امت اور ان کے الہام خدا کا ویسا ہی کلام ہیں جیسے قرآن ہے اور نفس وحی میں مرزا صاحب کی وحی اور قرآن کی وحی برابر اور ہم پلہ ہے[1] (معاذ اللہ)

اس مختصر سے پس منظر کو ذہن میں رکھ کر آپ خود سوچیں کہ اگر مرزائی خلافت اور اس کے نئے معاشی اور مذہبی ڈھانچے کی موجودگی میں اسلام کے معاشی و دینی نظام کو رائج کیا جائے تو کیا قادیانی اس کو اپنے لئے کھلا چیلنج قرار نہ دیں گے۔؟ اگر پاکستان یا دنیا کے کسی اور خطہ میں اسلامی نظام قائم ہوجاتا ہے تو یہ نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذب مطلق اور دشمن اسلام ہونے کی کھلی دلیل ہوگی بلکہ مرزا کے مذہب کے لئے ایک خطرناک چیلنج ہوگا۔ قادیانی صاف طور پر کہتے ہیں۔ کہ دنیا کے ستر کروڑ مسلمان کافر اور جہنمی ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے منکر اور ان کے لائے ہوئے نظام حیات کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ لوگ مرزا صاحب کی "بعثت" کے بعد اسلام کے نظام کو جزوی یا کلی طور پر نافذ کرتے یا اس کے لئے کسی نوع کی جد و جہد کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ عمل دراصل مرزا صاحب کی کھلی کھلی اہانت اور ان کے آخری پیغام کی توہین کے مترادف ہے اور اگر مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں تو یہ لوگ کسی طرح سے بھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ قادیانیوں کا یہ پکا عقیدہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک تباہ و برباد ہوجائیں گے۔ اور ان کی حکومتیں ختم ہوجائیں گی اور اگر یہ پھلتے پھولتے ہیں اور اسلامی نظام قائم کرتے ہیں تو پھر مسیح موعود یعنی مرزا صاحب جھوٹے پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اسلامی انقلاب کے خلاف سازش کرنا جزو ایمان اور مسیح موعود کی صداقت کا نشان سمجھتے ہیں۔ اسلامی حکومتوں کو مٹانا اور ہر اس طاقت کا ساتھ دینا جو اسلام اور اسلامی ممالک کے خلاف ہو ان کا بنیادی مذہبی فریضہ ہے۔ اب اگر قادیانی اسلامی انقلاب، جہاد، نظام، زکوٰۃ وغیرہ کے خلاف بھرپور سازش نہ کریں تو ان کا اپنا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ایران میں یہی صورت حال بہائیوں نے پیدا کی ہوئی تھی۔ شاہ ایران کے ساتھ ان کے گہرے روابط تھے اور ان کے ذریعے یہودیوں نے ایران کی سیاست اور معیشت پر خاصا کنٹرول کر رکھا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ آنجہانی عباس ہویدا جو ایک بہائی تھا بارہ سال تک وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہا۔ جسطرح پاکستان میں سر ظفر اللہ تقریباً سات سال وزیر خارجہ رہا اور ایم ایم احمد پلاننگ کمیشن کا سربراہ بنا رہا۔

قادیانی اسلام کے نفاذ کو مرزا کی توہین سمجھتے ہیں۔

غرضیکہ قادیانی اس وقت اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر پاکستان کے اسلامی انقلاب کو سبوتاژ کرنے میں

[1] قادیانی کتب کے حوالہ جات "مولانا الیاس برنی کی کتاب" قادیانی مذہب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سر توڑ مصروف ہیں۔ نصرت جہاں جوبلی فنڈ وغیرہ میں لاکھوں کا ٹارگٹ مقرر ہوتا ہے اور جلد ہی اعلان ہوتا ہے کہ اس نشانہ سے کئی گنا زیادہ کروڑوں روپے جمع ہوگئے ہیں اور افریقہ اور یورپ کے احمدیوں نے اخلاص و محبت کی شاندار مثال قائم کرتے ہوئے اصل نشانے سے کہیں زیادہ بلکہ کئی گنا زیادہ رقم جمع کرا دی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ امریکی سی۔آئی۔اے، برطانوی انٹیلی جنس اور خصوصاً صیہونی یہود قادیانیوں اور بہائیوں کے لئے مختص ہے۔ سر ظفر اللہ جو برطانوی سامراج کی شخصی یادگار ہیں برطانیہ کے پرانے بہی خواہ اور گماشتے ہیں، یورپ اور برطانیہ ان کے حلقۂ اختیار میں ہیں۔ ایم ایم احمد ورلڈ بنک میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہے۔ اور عبدالسلام یہودیوں کا قریبی معتمد ہے۔ یہ تمام لوگ مرزا ناصر احمد کی طرف سے آفیسر کے طور پر کام کر رہے ہیں اور قادیانیت کی بین الاقوامی سفارت کے پردہ میں مکروہ سیاسی کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں ———۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا اور اسرائیل اور سی آئی اے نے لاکھوں ڈالر اس مہم میں جھونک دیئے۔ اس پارٹی کے چیئرمین اور سیکولر نوعیت کے پروگرام کے نفاذ میں ان کی جماعتی بقاء مضمر تھی۔ پارٹی کی کامیابی کے بعد قادیانیوں نے خاصا اثر و رسوخ قائم کر لیا، حتیٰ کہ ان کی ناعاقبت اندیشی اور قوت کا مظاہرہ مسلمانوں کے احتسابی زد میں آگیا اور بھٹو مرحوم کو اپنا اقتدار بچانے کے لئے عوامی مطالبے کے سامنے جھکنا پڑا لیکن اس نے درپردہ قادیانیوں سے پورا پورا رابطہ رکھا، اس کی کھلی مثال حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے خلاف اشتہار بازی کی مہم تھی۔ بھٹو نے آئینی ترمیم کی مہم کو قادیانی حیثیت سے نافذ نہ ہونے دیا۔ اور مسئلہ ختم نبوت سے یہ غداری اس کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ قادیانیوں نے بظاہر تو یہ تاثر دیا کہ وہ بھٹو کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اس کے دور میں ان پر بڑے مظالم ہوئے اور انتظامیہ نے شدت سے تحریک ختم نبوت کو نہ کچلا۔ لیکن لندن مشن کی معرفت لاکھوں روپیہ مصطفیٰ کھر اور مرتضیٰ بھٹو کی تحریکوں کے لئے وقف کیا گیا۔ پی۔پی۔آئی نے نہایت باوثوق ذرائع سے خبر دی کہ قادیانی اور یہودی "بھٹو بچاؤ" مہم میں پیش پیش ہیں۔ بریڈ فورڈ، بلیک برن، گلاسکو، آکسفورڈ، لیڈز، مانچسٹر وغیرہ کی قادیانی جماعتوں نے اپنے واجب الاطاعت خلیفہ کے حکم پر اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پانی کی طرح پیسہ بہایا۔ قادیانیوں کے بیرونی مشن ربوہ میں تیار کئے گئے، لٹریچر کو دنیا کے مختلف اخبارات اور دیگر رسائل و جرائد میں شائع کراتے رہے۔ کئی سربراہان مملکت کو جعلی انجمنوں اور فرضی ناموں سے تار روانہ کئے گئے۔ بھٹو کو پھانسی لگنے کے چند روز قبل وزیر اعظم برطانیہ نے پاکستان پر جن جن طریقوں سے دباؤ ڈالا اور اپیلوں کی جو بھرمار کر دی، اس کے پیچھے قادیانی خفیہ ہاتھ کام کر رہا تھا۔ ایسے بہت سے حقائق کچھ عرصہ بعد منظر عام پر آئیں گے۔ فی الحال ہم یہ عرض کریں گے کہ قادیانیوں نے جن طاقتوں کے اشارے پر یہ کام کیا۔ اگر

امریکی برطانوی اور صیہونی یہود قادیانیوں کے بیرونی اکاؤنٹوں میں خطیر رقمیں جمع کراتے ہیں

ان کا مقصد پورا ہو جاتا تو مستقبل کے لئے یہ ایک عمدہ "سرمایہ کاری" ہوتی جس کے منافع کا بڑا حصہ قادیانیوں کو ملتا۔

لندن کانفرنس کے پروگرام کے مطابق قادیانی اسرائیلی مشن کی وساطت سے عرب ممالک اور فلسطینی حریت پسندوں کے خلاف سرگرم سازش ہیں، کئی قادیانی مشرق وسطیٰ میں تارکین وطن کے بھیس میں جاسوسی، سازش اور سامراجی حاشیہ برداری میں مصروف ہیں۔ اور ربوہ سے ان کے خاندانوں کو ماہانہ مشاہرہ مل رہا ہے، ایسی اطلاعات بھی ملی ہیں کہ قادیانی لڑکیوں نے اپنی آزادی اور ترقی پسندی کی بدولت بیرونی فرموں، ہسپتالوں اور تجارتی مراکز میں لیڈی سیکرٹری، کانفیڈنشل سیکرٹری، نرس وغیرہ کے عہدے حاصل کر کے مقامی باشندوں میں گہرا اثر و رسوخ پیدا کر رکھا ہے۔ وہ قادیانیوں کی ایک بڑی کھیپ مشرق وسطیٰ میں بھجوا رہی ہیں۔ قادیانی لڑکیوں اور دوشیزاؤں کی تنظیمیں، لجنہ اور ناصرات کو بنیادی تربیت کے بعد قادیانی مشنوں کے ذریعے عرب ممالک میں تعینات کیا جا رہا ہے۔ جس طرح اسرائیل نے عورتوں کی ایک کھیپ فوجی اور سول ملازمت کے لئے تیار کر رکھی ہے جو مختلف النوع کاموں میں ملوث ہے، اسی طرح قادیانیوں نے لجنہ فورس کو میدان عمل میں لا کھڑا کیا ہے۔

آخر میں ہم دو باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں، اوّل یہ کہ قادیانیوں نے اسلامی نظام کی مخالفت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں ہونے والے انتخابات میں اپنا نام بحیثیت ووٹر درج نہیں کرایا[1] وہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیتے بلکہ مسلمانوں کو "غیر مسلم کا اکثریت" اور اپنے آپ کو "حقیقی مسلم" اقلیت سمجھتے ہیں۔ ایسا کوئی قانون نہیں کہ انہیں ووٹروں کے طور پر نام لکھوانے پر مجبور کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے، کہ قادیانی آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے لیکن اس بات کا قوی امکان ہے کہ قادیانی اس جماعت کے ساتھ خفیہ سیاسی معاہدہ ضرور کریں گے جو ان کے مفادات کا تحفظ کرے۔ اس کے بدلے میں وہ اس جماعت کے لئے روپیہ، ورکر اور پبلسٹی مہیا کریں گے۔ اور اسکی مخالفت اسلامی انقلاب کی داعی جماعتوں کے خلاف مکروہ پروپیگنڈا اور ان کے سربراہوں کی کردار کشی میں بھرپور حصہ لیں گے۔ اسرائیل سے روپیہ حاصل کیا جائے گا۔ اور سامراجی طاقتوں سے مدد لی جائے گی۔

قادیانیوں اور سکھوں کا ممکنہ گٹھ جوڑ قادیانی سازش کی ایک اہم کڑی، قادیانیوں اور سکھوں کا ممکنہ گٹھ جوڑ ہے۔ قادیانی اس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان (خاکم بدہن) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور وہ دوبارہ قادیان چلے جائیں گے۔ قادیان کا دوبارہ ملنا قادیانی الہامات اور پیش گوئیوں کا اہم جزو ہے[2] یہی وجہ ہے، کہ قادیانیوں نے پاکستان میں قادیان کی جائدادوں کے لئے کلیم داخل نہ کئے۔ آج بھی ربوہ میں قادیانیوں کی لاشوں کو

---

[1] ڈان کراچی - ۲۵ راپریل ۱۹۷۹ء [2] الفضل لاہور - ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء

بطور امانت دفن کیا جاتا ہے ۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک موقع پر قادیانیوں کو یہودیوں سے مشابہت دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہود کو کئی سو سال کے بعد ان کا آبائی وطن ملا ۔ لیکن تمہیں جلد مل جائے گا ۔ مرزا محمود نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ موجودہ تقسیم ہند ختم ہو اور اکھنڈ بھارت قائم ہو جائے ، قادیانیوں نے سکھوں کے ساتھ کئی مواقع پر گٹھ جوڑ کیا ، خصوصاً تقسیم ہند سے چند ماہ قبل جب سکھ خالصتان بنانا چاہتے تھے[1] تو قادیانی رومن کیتھولک پوپ کے آزاد شہر ویٹیکن سٹی کی طرز پر قادیانی سٹیٹ قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے تقسیم کے بعد قادیانی خلیفہ مرزا محمود پنجاب کے سکھ لیڈروں کو اکساتا رہا کہ وہ پاکستان سے مطالبہ کریں کہ گرو نانک کی جنم بھومی ننکانہ صاحب کو آزاد شہر قرار دے تاکہ اس کے بدلے میں مرزا قادیانی کی جنم بھومی قادیان کو ویٹیکن کا درجہ دلانے کی تحریک جاری کی جائے ۔

سکھ لیڈروں نے کئی مواقع پر ایسے اعلانات کئے ہیں ۔ گرو نانک کے ۵۰۸ ویں جنم دن کے موقع پر ۲۵ نومبر ۱۹۷۷ء کو سکھ برادرہڈ انٹرنیشنل کے چیئرمین بخشی جگدیو سنگھ کی سربراہی میں ایک وفد نے نئی دہلی میں مقیم پاکستانی سفیر فدا حسن مرحوم کو ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں مطالبہ کیا کہ ننکانہ صاحب کو ویٹیکن سٹی کا درجہ دیا جائے[2] اس کے بعد بھی سکھوں نے یہ مطالبہ مختلف پلیٹ فارموں پر پیش کیا ۔ حال ہی میں بیساکھی کے موقع پر گوردوارہ پنجہ صاحب کے سکھ یاتریوں کے لیڈر سردار جیون سنگھ نے مطالبہ کیا ہے کہ ننکانہ صاحب کو ویٹیکن سٹی کی طرز پر بین الاقوامی شہر بنایا جائے[3] قادیان کو ویٹیکن سٹی بنانے کے لئے بھارت میں صاحبزادہ وسیم احمد سرگرم سازش ہے ۔ قادیانی موجودہ حالت میں اس بات کی تکمیل کے لئے فضا سازگار نہیں سمجھتے ۔ وہ تقسیم پنجاب کو کالعدم قرار دینے کی سازش میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں ۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ اس سازش کو پروان چڑھانے میں قادیانی ہی پہل کریں گے یہ اور بات ہے کہ سکھوں کی بلاواسطہ اعانت ان کے ساتھ ہو ۔

آئندہ انتخابات کا زمانہ ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کا ہے ، مسلمانوں کو اتحاد و اخوت کے جذبے کے تحت ملکی سلامتی کے لئے قربانی دینی چاہیئے ۔

■■

---

[1] دی سکھ ڈیمانڈ دیئر ہوم لینڈ از سادھو سواروپ سنگھ ۔ لاہور ۱۹۴۶ء

[2] اخبار جنگ راولپنڈی ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء

[3] " " " ۱۴ اپریل ۱۹۷۹ء

مولانا سید محمد الحسنی صاحب مدیر البعث الاسلامی

اسلامی سزائیں

اور

اُن کی حکمت

فجعلناها نکالًا لما بین یدیها وما خلفها وموعظۃ للمتقین ○

پھر ہم نے اس کو ایک عبرت انگیز واقعہ بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے جو بعد کے زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت بنایا خدا سے ڈرنے والوں کے لئے۔

یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے اور اس میں بنی اسرائیل کی ایک سخت ترین سزا کے ذکر کے بعد ان سزاؤں کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں اور آنے والی نسلوں کو ایسی عبرت حاصل ہو اور ان پر اس درجہ رعب طاری ہو جائے کہ پھر کسی ہاتھ کو وہ حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو اور جس کے دل میں خدا کا خوف اور خدا کا ادب و لحاظ ہے۔ ان کو بھی اس سے نصیحت اور سبق حاصل ہو۔ یعنی ایک طرف مجرموں اور ظالموں کی ہمت ان سزاؤں کی بدولت اتنی پست ہو جائے کہ وہ پھر کسی جرم کا ارتکاب نہ کریں اور دوسری طرف اہل ایمان اور اہلِ تقویٰ کو ایسی نصیحت اور سبق حاصل ہو کہ ان کے دل میں جرم و گناہ کا خیال بھی نہ آئے۔

جرم و سزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا اس کی تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی حکمت جو بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کی ہوئی سزا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے یہ انسان کی حد درجہ نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کی ہوئی سزاؤں کو (جن کو وہ بار بار تبدیل کرتا رہتا ہے) اپنے پیدا کرنے والے اور معبود برحق کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھے۔ ان سزاؤں کی کھلی ہوئی یہ برکت ظاہر ہوتی ہے کہ چند سزاؤں کے بعد ہی معاشرے میں ایک خوشگوار تبدیلی رونما ہونے لگتی ہے اور اگر ان پر خلوص اور استحکام کے ساتھ عمل کیا جاتا رہے تو پورا معاشرہ امن و امان میں آجاتا ہے۔ اس کے ایمان افروز واقعات اور نمونوں سے

پوری اسلامی تاریخ بھری ہوئی ہے اور کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔

ان سزاؤں کی ایک عجیب خاصیت اور برکت یہ ہے کہ بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اس کی ایک بہت واضح مثال سعودی عرب کی ہے۔ سعودی عرب کے معاشرے کو اسلامی معاشرہ ظاہر ہے نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود آج وہاں کم از کم جرائم کی شرح اس قدر گھٹ چکی ہے کہ اس کا کسی دوسرے ملک میں تصور بھی آسان نہیں اس کے برخلاف امریکہ جو اپنے کو تہذیب و تمدن کا امام اور موجد سمجھتا ہے اس وقت جرم اور گناہ کا سب سے بڑا مرکز ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں آئیڈیل سوسائٹی اور معاشرے کے انتظار میں نہیں رہنا چاہئے۔ البتہ جرم و گناہ کے محرکات و اسباب کا بند کرنا حتی الامکان ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف ہمارے ذرائع ابلاغ و نشر و اشاعت دعوت گناہ دیتے ہوں اور ہمارے اسکول اور تعلیم گاہیں ذہنی بے راہ روی کا سامان مہیا کرتی ہوں دوسری طرف یہ کہا جاتا ہو کہ (”دامن تر مکن ہشیار باش“) خبردار! دامن تر نہ ہونے پائے۔ اگر ایک ہاتھ کے کٹنے اور ٹوٹنے سے سینکڑوں ہزاروں ہاتھ کٹنے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ایک پھانسی سے سینکڑوں جانیں ہلاکت سے اور نہ جانے کتنے ناموس عصمت دری سے محفوظ ہو جاتے ہیں تو ان سزاؤں کو ظلم نہیں عین رحم کہا جائے گا۔

اس کے علاوہ ان سزاؤں کو شریعت اسلامیہ نے اتنے شرائط و قیود اور اتنی گواہیوں اور ایسے طریقے کار سے محفوظ کر دیا ہے کہ اس سے ناانصافی اور ظلم کا صدور ہی ممکن نہیں۔ تنہا ایک چیز قذف (یعنی کسی پر گناہ کی غلط تہمت لگانا) اور اس کی سزا ایک ایسا حصار ہے جس کو آسانی سے کوئی پار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دوسرے موقع پہ یہ تعلیم بھی دی ہے کہ مجرموں کے لئے جو یہ سزا پائیں ہمارے دل میں نرمی اور رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے تجویز کردہ طریقہ کار کا ہے۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۝	چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ قطع کر دو۔ بدلہ اس کا جو انہوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

سورہ نور میں قرآن کی سزاؤں کے سلسلہ میں آتا ہے۔

ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر	تمہارے اندر ان دونوں کے لئے نرم دلی اور رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہو۔ اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے۔

مولوی محمد انیس الرحمٰن قاسمی

قطع ید کی سزا
اور
اس کی حکمتیں

ہر انسان کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے لیکن پیدائش کے بعد وہ جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اس کے اثرات رفتہ رفتہ اس کے اندر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ غلط معاشرہ، فساد کے جراثیم پیدا کرتا ہے۔ اور اچھا و پاکیزہ ماحول ملکوتی صفات بخشتا ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ (حدیث)

قلب انسانی میں خیر اور شر کی دو کھڑکیاں کھلتی ہیں اور اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ کسی ایک کو بند کر کے دوسری کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے مگر یہ اختیار بھی اکثر اوقات خارجی محرکات کا تابع ہوتا ہے اس لئے کہ اگر اس کے دل میں شیطانی وسوسہ گھس گیا تو وہ شر کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اگر خدائی آواز اتر گئی تو وہ نیکی کی طرف مائل ہو کر سراپا خیر بن جاتا ہے کیونکہ اس کے رب اور پالنہار کا مقصد اس کی آفرینش سے بندگی و عبودیت ہے اور عبودیت اپنے ظہور کے لئے ایک صالح معاشرہ اور پرامن زندگی چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے شیطانی وساوس کو مغلوب اور اپنے الہامات کو غالب کرنے کے لئے بار بار اپنے اپنے داعیوں اور نقیبوں کو بھیجا اور معاشرہ کی اصلاح سے متعلق قوانین اتارے۔ انہی قوانین میں سے ایک قطع ید کا قانون بھی ہے۔ چور چونکہ معاشرہ کی فضا درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بھی حکم نازل کیا اور فرمایا کہ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (مائدہ ۳۸)

اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ ان کے کرتوتوں کے عوض میں اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ بڑی قوت والا اور بڑا حکمت والا ہے۔

اس کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک بے رحمانہ قانون ہے جسے عقل و دانش سے کوئی واسطہ نہیں جو زیست کی قوتوں کا حامی اور عمل و انتاج کا مخالف ہے۔ اگر چند سال تک کسی معاشرہ میں اس پر عمل کیا جاتا رہا تو اس کا ایک بڑا حصہ مفلوج و بیکار ہو کر رہ جائے گا اور سینکڑوں لوگ عمل کے میدان سے ہٹ کر معاشرہ پر بوجھ بن جائیں گے۔

مگر یہ سوال انتہائی غیر حقیقی ہونے کے ساتھ لغو بھی ہے۔ کیونکہ اسلام نے عمل و انتاج کی جتنی اہمیت دی ہے اور انسان اور اُس کے ہاتھ کا جتنا احترام کیا ہے اس سے زیادہ کسی بھی دوسرے نظام میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام انسانی ہاتھ کی چار قسمیں کرتا ہے اور ہر قسم کو اس کی مناسب جگہ پر رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ عامل ہاتھ کی تعظیم کرتا ہے۔ عاجز کی کفالت کرتا ہے اور جاہل کو تعلیم دیتا ہے۔ اور اگر فساد برپا کرنے والا ہے تو اس کو کاٹ ڈالنے کا حکم کرتا ہے۔

عامل ہاتھ کی تعظیم تو اس طرح کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص ظلماً کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس کو ایک انسان کے قتل کی دیت کا نصف پچاس اونٹ مقطوع الیہ کو دینا پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ سلام کے بعد آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے معذرت کی۔ مگر آپ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا جو ہاتھ محنت کی کمائی سے سخت اور درشت ہو جائے اس ہاتھ کو اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ اور صرف تعظیم ہی نہیں بلکہ عامل ہاتھ کی سستی اور قدرت ہونے کے باوجود نہ کمانے پر تہدید و تنبیہ اور سرزنش کرتا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی توانا و تندرست کے لئے درست نہیں کہ وہ صدقہ لے۔ (ترمذی)

اسی طرح غیر عاقل کو تعلیم دیتا ہے پیغمبر اسلام کے پاس ایک انصاری آئے اور (صدقہ وغیرہ سے) سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ صحابی نے عرض کیا صرف ایک چادر جس کے کچھ حصے کو اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں۔ آپ نے لانے کا حکم دیا۔ جب صحابی لے آئے تو آپ نے صحابہ کے درمیان کھڑے ہو کر نیلام کی آواز لگائی۔ جس پر ایک صحابی نے ایک درہم پیش کیا۔ لیکن آپ نے پھر آواز لگائی اور اس مرتبہ ایک دوسرے صحابی نے دو درہم کی پیش کش کی۔ اور آپ نے انہیں دے دیا۔ پھر انصاری سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جاؤ ایک درہم کا خورد و نوش خرید کر اہل و عیال کو دے دو۔ اور دوسرے درہم کی ایک کلہاڑی لے کر میرے پاس آؤ۔ جب کلہاڑی لے کر آئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکڑی ٹھونکی اور فرمایا:۔

جاؤ جنگل سے لکڑی کاٹنا اور بیچنا یہاں تک کہ میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھ سکوں۔ انصاری چلے

گئے اور پھر جب آئے تو دس درہم ان کے پاس تھے۔　　　　(ابوداؤد)

ایسے ہی وہ ہاتھ جو عاجز اور ناکارہ ہوتا ہے اسلام اس کی کفالت کرتا ہے اور آرام و اطمینان سے زندگی گزارنے کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کے نظام عشر و زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات اور ایثار و اقدام علی القطوع جیسے موٹے موٹے عنوانات پر صرف سرسری نظر کافی ہے۔ قرآن میں ہے:۔

"نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی وہ ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور قیامت پر، اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور قیامت پر اور انبیاء پر اور دیوے مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو، یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سائلوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں۔　　　　(بقرہ ۱۷۷)

آیت کے خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر محل توجہ ہیں۔ ان میں صاف حکم ہے معذور کی کفالت کی جائے چنانچہ مسکین میں تمام معذور داخل ہیں ایسے ہی یتیم جو اپنی نابالغی کی وجہ سے عمل سے معذور ہوتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے اور غلام جو کام کرتے ہوئے بھی اپنے حق میں کمانے سے معذور رہتا ہے اس کو بھی اس میں شامل کیا ہے:

لیکن وہ ہاتھ جس کا کام صرف فساد پیدا کرنا ہوتا ہے اور جو اس نظام میں جسے اسلام نے فرد اور جماعت کے درمیان قائم کر رکھا ہے رخنہ اندازی کرتا ہے اس کے متعلق اسلام کا قانون یہ ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے کیونکہ یہ ایسا ہاتھ ہے جس کا کام صرف فتنہ پردازی و شر انگیزی ہے۔ یہ نہ تو عامل ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور نہ مجبور و مفلوج ہے کہ اس کی کفالت کی جائے۔ بلکہ یہ ایک سیپٹک ہے جو آئندہ پھیل کر پورے معاشرہ کی تباہی و ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے ایسے بیمار عضو کو کاٹ دینا ضروری ہے۔

معاشرہ کو بیکار کرنے کا اعتراض واقعاتی حیثیت سے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ اس قانون نافذ کیا گیا۔ دور نبوت سے لے کر خلافت راشدہ تک صرف چھ آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اور آج بھی سعودی عرب میں یہ قانون نافذ ہے۔ مگر برسوں گزر جاتے ہیں اور ایک بھی ہاتھ کٹنے کی نوبت نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ فلسفہ تعزیر کے واقفین جانتے ہیں کہ مجرم کے لئے سزا کی تجویزیں دو اور بڑے پہلو پیش نظر ہوتے ہیں۔ ایک انتقامی یعنی مظلوم یا مستغیث کے جذبات کی تسکین۔ دوسرے انتظامی یعنی آئندہ کے ممکن مجرموں کی حوصلہ فرسائی و ہمت شکنی اور یہ قانون اپنے اندر چوری کو روکنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں دہشت پیدا ہوتی ہے اور مجرم کا عبرتناک انجام دیکھ کر آئندہ کسی کو اس قسم کے جرم کی ہمت نہیں ہوتی۔

بلکہ صحیح نظر سے دیکھا جائے تو معاشرہ کو بیکار کرنے کا اعتراض موجودہ قوانین پر عائد ہوتا ہے جن میں چوری کی ہلکی سزا ہونے کی وجہ سے مجرموں کی حوصلہ شکنی نہیں ہوتی۔ نتیجتہً چوری کی وارداتیں بڑھ جاتی ہیں اور بے شمار لوگ چوری کے جرم میں پکڑ کر قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو عمل کے میدان سے ہٹا کر قوم کے اوپر بوجھ بنا دیا جاتا ہے جب کہ اسلام میں چند لوگوں کو سخت سزا دے کر پورے معاشرہ میں امن و امان کی فضا پیدا کر دی جاتی ہے۔

قطع ید کے متعلق اسلام کا نظریہ جلد بازی کا بھی نہیں ہے کہ ادھر چوری کی واردات ہوئی اور ادھر قطع ید کا حکم صادر ہو گیا۔ بلکہ اس سلسلے میں اس کا نظریہ منصفانہ ہے اس میں معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی تاکید ملتی ہے حتیٰ کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ ایک قاضی کا معاف کرنے میں غلطی کر جانا سزا دینے میں غلطی کر جانے سے بہتر ہے (ترمذی) اسی طرح اس کا حکم ہے کہ اگر کوئی شبہ ہو جائے تو حدود چھوڑ دو۔

ادرؤا الحدود بالشبہات (مسند امام اعظم)

اس کے علاوہ اگر عقلی اور سماجی پہلو سے دیکھا جائے تو مسئلہ کا عمق مزید بڑھ جاتا ہے کیونکہ اسلام میں چوری کی دو بڑی قسمیں ملتی ہیں ایک وہ جو مجرمانہ ذہنیت سے کی جاتی ہے دوسری قسم وہ ہے جو غیر مجرمانہ ذہنیت سے اور ضرورۃً صادر ہوتی ہے۔ اسلام ان دونوں قسموں میں فرق کرتا ہے اور مجرمانہ ذہنیت سے جو چوری کی جاتی ہے اس پر قطع ید کا حکم لگاتا ہے۔ دوسری قسم کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں جاری ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قطع ید کے لئے ایک اچھی مقدار دس درہم کی شرط لگاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کم مقدار کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی اور اہل و عیال کی بھوک سے مجبور ہو کر چوری کی ہو اور دس درہم سے کم میں انسان کی اصل ضرورت بھوک پیاس سے بچاؤ کی پوری ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے جو اس قسم کی حدیثیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

انی لا اقطع فی الطعام (ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق) میں کھانے پینے کی چیزوں کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں دوں گا۔ لا قطع فی ثمر ولا ثمر (رواہ الاربعہ) پھلوں اور رسیلے تر کھجوروں پر قطع ید نہیں ہے، اسی طرح منکرات اور غیر مباح اشیا کی چوری پر قطع ید کا حکم نہیں ملتا۔ مثلاً سونے کی صلیب یا شراب یا شطرنج۔ یا دف وطبل وغیرہ کسی نے چرا لیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (ہدایہ) کیونکہ یہاں اس کی خاص مجرمانہ ذہنیت کارفرمائی نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب منکر کو دیکھے تو حتی الوسع اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ (حدیث)

اور ہو سکتا ہے کہ یہاں ایسی نیت سے چوری کی گئی ہو اسی طرح اگر مسروقہ کسی محفوظ مقام میں نہ ہو

تب بھی قطع ید کا حکم نہیں ہوگا۔ مثلاً صندوق یا مکان کے اندر نہ ہو اور نہ کسی پہرے دار و چوکیدار کی حفاظت میں ہو بلکہ سر راہ اور کھلی جگہ پر ہو تو اس کی چوری پر حد سرقہ جاری نہ ہو گی۔ کیونکہ مجرم ذہن کو مال کی غیر محفوظیت نے شہ دی جس کی وجہ سے مجرمانہ ذہنیت کی پہچان میں شبہ واقع ہو گیا۔ اور یہی وجہ ہے جو میاں بیوی اور اولاد کے ہاتھ ایک دوسرے کی چوری پر نہیں کاٹے جاتے۔ کیونکہ عموماً ان کا مال مشترک ہوتا ہے اور حرز و حفاظت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مجرم ذہن کی حقیقی شکل ظاہر نہیں ہوتی۔

لیکن یہاں کسی کو خیال ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا یہ معمول بنائے کہ جب بھی چوری کرے گا دس درہم کی مقدار سے کم کرے گا یا سر راہ رکھی ہوئی چیزوں کی تاک میں رہے یا چوکیدار و پہرہ دار خود ہی غائب کر دیں تو پھر ان کی تخریب کاری جاری بھی رہے گی اور تعزیر بھی نہ ہو گی تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی سزا کے علاوہ آخرت کا دردناک عذاب بھی مقرر کر رکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دس درہم سے کم مقدار میں چرانے سے اس کے لئے اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

یا سر راہ اٹھانے سے وہ بچ جائے گا۔ بلکہ اس صورت میں اس کے اوپر ایک سال تک اعلان لازم رہے گا لیکن اگر پھر بھی مالک نہ آئے تو پھر بیت المال یا غرباء و مساکین پر صرف کرنا لازم ہو گا۔ ایسے ہی پہرے دار خیانت کی دفعہ میں ملزم ہوں گے۔ اگرچہ سرقہ جاری نہ ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایسے لوگوں کی تخریب سے بچنے کے لئے امام کو اختیار رہتا ہے کہ ان کو قید کی سزا دے یا (حدود رہتے ہوئے) کسی اور طرح سے تعزیر کرے۔

قطع ید کو ایک وحشیانہ فعل تصور کرنا بھی ایک لغو تصور ہے کیونکہ اس سے بڑی بے رحمی اور قساوت تو یہ ہے کہ انسان اپنے معاشرہ میں بے امن کی زندگی بسر کرے جس میں اس کے مال کے ساتھ جان کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے کہ چور اور ڈاکو جب کسی کا مال لوٹنے آتے ہیں تو وہ صرف مال ہی نہیں لوٹتے بلکہ صاحب مال پر بھی حملہ کرتے ہیں۔ کبھی ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور کبھی ناکارہ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تب بھی لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹتے رہیں گے۔

اس سلسلے میں بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مالی فراوانی اور معاشی ترقی سے چوری خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن کیا یورپ اور امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک سے چوری کے واقعات ختم ہو گئے یا پسماندہ ممالک سے وہاں چوری کی وارداتیں کم ہوتی ہیں۔ پسماندہ ملک میں اگر ایک شخص دیہاتی چودھری کے مکان میں نقب لگاتا ہے تو امریکہ اور یورپ میں بنکوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔

نام میں کیا رکھا ہے؟
رُوح افزا کے شائقین سے پوچھئے!
کوئی اور مشروب رنگ، لیبل، بوتل اور نام میں رُوح افزا سے کتنی ہی مشابہت
کیوں نہ رکھتا ہو کم از کم رُوح افزا کے شائقین کے لئے کوئی کشش اور اہمیت نہیں رکھتا۔
رُوح افزا ہمیشہ رُوح افزا کے نام سے طلب کیجئے
اس نام پر کم و بیش پون صدی کی مہرِ فضیلت
ثبت ہے۔ رُوح افزا جسم و جان کو ٹھنڈک
پہنچا کر پیاس بجھاتا ہے اور تسکین بخشتا ہے۔
بے شک ذائقے اور تاثیر میں
کوئی مشروب اس کا ثانی نہیں۔
رُوح افزا
پاکستان کے مشروبات میں
سرفہرست
ہمدرد
Pakistan's
No.1 Cold Drink
Rooh Afza
Pakistan's
No.1 ColdD
Pakistan's No.1
Pakistan's
No.1 ColdDrink
Rooh Afza
ROOH AFZA
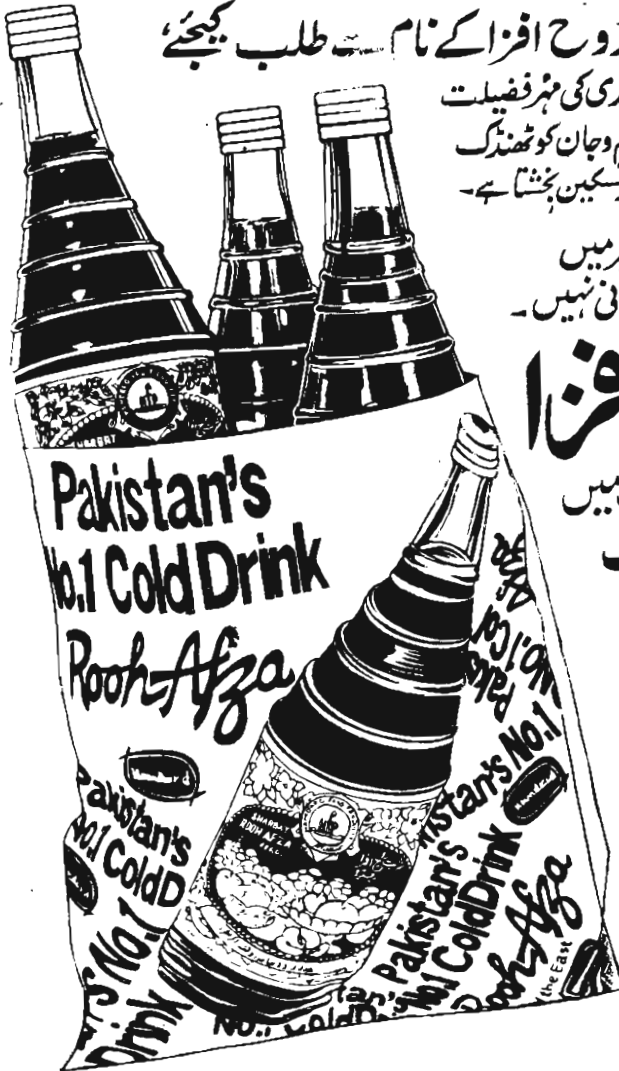
اخوندزادہ عبدالقیوم فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
صدر مدرس و مفتی مدرسہ اظہار الاسلام چکوال

اسلام میں خلافت کا تصور

اور

مقامِ خلافتِ راشدہ

خلافت | خلافت کا لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔

الخلافۃ، النیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما لتشریف المستخلف (مفرداتِ راغب)

لفظِ خلافت خود بھی اپنے مفہوم و منشاء کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ایک اصل کا سایہ، ایک آئینہ کا عکس، اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے۔

خلافت قرآن میں! | قرآن حکیم میں خلافت، استخلاف فی الارض، وراثت، اور تمکین فی الارض سے مقصود قومی اقتدار و ریاست اور قوموں اور ملکوں کی حکومت و سلطنت ہے۔ یعنی دنیا میں نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کے لئے ایک خاص اور ذمہ دار حکومت قائم ہو۔ جو کفر و شرک، ظلم و جور اور ضلالت و طغیان سے اس زمین کو پاک کر دے اور دنیا میں عبادت و اطاعت، امن و سکون اور راحت و طمانیت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہمہ گیر قانونِ عدل کو نافذ کر کے کرۂ ارضی کو سعادت و شرافت کی بہشتِ زار بنا دے۔

منصبِ نبوّت! | حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے سلسلۂ نبوت قائم فرمایا۔ ہر نبی حق تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے سب سے پہلے خلیفۃ اللہ حضرت آدمؑ ہیں انی جاعل فی الارض خلیفۃ ہر نبیؑ نے اپنی اپنی امت کی پوری پوری اصلاح فرمائی۔ منکرات مٹانے اور نیکیاں پھیلانے میں اپنی پوری قوتیں صرف کر دیں یہاں تک کہ پیغمبر آخر الزمان، سرورِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، چونکہ آپ

حق تعالیٰ کے آخری خلیفہ اور خاتم الانبیاء تھے۔ اس لئے جب تک آپ کی بعثت کا سب سے بڑا نصب العین، خدا کے قانون کو خدا کی زمین پر بلا زحمت قائم کرنا" پورا نہیں ہوا آپ کو عالم قدس کی طرف بلانے کی دعوت نہیں دی گئی اور جب خدا کا آئین مکمل کر دیا گیا اس کی تعلیم اور عملی تشکیل پورے طور پر کر دی گئی اور خدا کی زمین پر اسلام کا مکمل آئین پوری تمکین و قدرت کے ساتھ نافذ ہونے لگا تو قرآن مجید نے اعلان کر دیا۔ کہ اب بعثت تامہ کا مقصد پورا ہو گیا

خلافت نبوت لہٰذا اب رسالت کے فرائض کی انجام دہی باقی ہے۔ اس کو آپ کے خلیفہ انجام دیتے رہیں گے اس عظیم مقصد کے پیش نظر زبان نبوت سے ارشاد ہوتا ہے۔

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء اور پیغمبر سیاست کرتے تھے جب ایک پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہو جاتا تھا لیکن پیغمبری اور نبوت اب ختم ہو گئی تم میں خلفاء ہوں گے (صحیحین)

آپ نے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ "خلفا" سے تعبیر فرما کر واضح کر دیا کہ وہ آپ کے نائب اور قائم مقام ہوں گے۔ "علیکم بسنتی وبسنۃ الخلفاء الراشدین" درحقیقت خلافت و امامت پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے۔ گویا اسلام میں نبوت کے بعد خلافت سب سے بڑا درجہ اور اہم رتبہ ہے اس لئے خلیفہ کا فیصلہ اور حکم شرعاً واجب الاطاعت ہوتا ہے

خلافت کے فرائض اسلام میں خلافت کے وسیع اور عالمگیر فرائض جن کے تحت دینی اور دنیوی مقاصد کی تکمیل آ جاتی ہے ان کی اجمالی تشریح صرف ایک فقرہ میں کی جا سکتی ہے۔ "پیغمبر کے کاموں کو قائم، باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک و صاف رکھنا۔ جامع اور جامع الفاظ میں اس کو "اقامت دین" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

خلافت کے شرائط آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں کا ان تمام ضروری اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے جن کی "اقامت دین" جیسے اہم مقاصد کی تکمیل کے لئے اشد ضرورت ہے چونکہ منصب خلافت متعدد حیثیتوں سے مرکب ہے۔ اس لئے اسلام نے ایک خلیفہ کے لئے ہر حیثیت کے لحاظ سے ضروری اوصاف بتلائے ہیں۔

ویشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ بان یکون مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً سائساً یقوۃ رایہ وردیتہ ومعونتہ باسمہ وشوکتہ

یعنی ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جائے جس میں حسب ذیل اوصاف پائے جائیں۔
مسلمان ہو، آزاد ہو، مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو صاحب رائے ہو نظر ہو۔ تدبیر و انتظام کی پوری پوری صلاحیت

قادراً بعلمہ وعدالتہ وکفایتہ وشجاعتہ علی تنفیذ الاحکام و حفظ حدود الاسلام و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم الخ (کذا فی شرح الفقہ الاکبر للقاری و شرح المقاصد و فتح الباری ونیل الاوطار و شرح المواقف والنسفی وغیرہ)

رکھتا ہو، احکام شریعت کا محافظ ہو، ان کے جاری و نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام کے لئے جس قدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت ہے وہ اس میں موجود ہوں۔ اتباع شریعت عدل و انصاف، شجاعت و ہمت و شوکت و صولت ساری صفتیں اس میں ہونی چاہییں۔

استحقاقِ خلافت

ان ہی فضائل و کمالات کے لحاظ سے قرآن و حدیث میں ایسے مخصوص اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کاملہ کا مستحق صرف صحابہؓ کا گروہ تھا چونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ صحابہؓ کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے خود اس گروہ میں ایسے مخصوص قیود و اوصاف کا اضافہ کیا گیا جس سے خلافت کا مفہوم بالکل واضح اور مکمل ہوجاتا ہے۔

مخصوص اوصافِ خلافت در قرآن و سنت

چنانچہ قرآن و حدیث کے اشارات و تلویحات تکمیلِ مفہوم خلافت کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت بتلاتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) خلیفہ مہاجرین اولین سے ہو صلح حدیبیہ اور دیگر اہم غزوات میں شریک ہونے کے علاوہ سورۂ نور کے اترنے کے وقت بھی موجود رہا ہو۔

(سورہ حج ۴۱۔ سورہ فتح ۲۹)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (سورہ نور ۷)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے یا نیک کام کئے۔ ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنا چکا ہے جو اُن سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کرے گا۔

اس آیت میں "منکم" سے مراد وہی جماعت ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھی اور اسی جماعت سے خدا نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اگر بعد میں آنے والے مسلمان بھی مراد ہوتے تو پھر ایمان اور عمل صالح کی قید کے ساتھ "منکم" کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۲) ... مبشر بالجنۃ ہو۔

۳) امت کے طبقۂ علیا میں شامل ہو۔

۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس سے مستحق خلافت جیسا ہو مثلاً آپؐ نے اس کے استحقاقِ خلافت کا ذکر کیا ہو اور جو کام خلافت سے تعلق رکھتے ہیں آپؐ نے اپنی زندگی میں اس کو ان پر مامور کیا ہو۔

۵) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولؐ سے کیا گیا وعدہ خلیفہ کی ذات سے پورا ہوتا ہو۔

۶) اس کا قول حجت ہو (ملخصاً از ازالۃ الخلفاء)

خلافت راشدہ ان اوصاف مذکورہ کا مجموعہ صرف خلفاء اربعہ کی ذات تھی سب جانتے ہیں کہ حضورؐ کے چاروں یار مہاجرین اولین میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ، بدر، احد اور دیگر اہم غزوات میں شریک تھے سورۂ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے۔ مبشر بالجنۃ تھے امت کے طبقۂ علیا سے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مستحق خلافت ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:-

"میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابوبکرؓ، خدا کے بارے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ سب سے زیادہ حیادار عثمانؓ۔ سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب ہیں۔"

(خلفائے راشدین از معین الدین ندوی)

خدا تعالیٰ نے آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ ... اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ میں اپنے پیغمبرؐ سے اقامت الصلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور تمکین و تقویت دین کے جو وعدے کئے تھے وہ ان ہی زمانے میں پورے ہوئے۔ قرآن مجید میں اس کے علاوہ اور بھی کئی نظائر موجود ہیں۔

الغرض یہ کہ خلفاء اربعہ کی خلافت خاصہ و راشدہ ٹھیک ٹھیک طریق نبوت و سنت پر قائم تھی۔

خلفاء راشدین کا دور داعیِ اسلام کی طرح خلافت ارضی، حکومت و سلطنت نظام و قوام سیاست قیادتِ فوج و حرب، فتح و عمرانِ ممالک، اقامتِ مجالسِ شوریٰ حکمرانی کے تمام مناصب اور اس قسم کے تمام نظری عملی قوتوں اور تمام منصوبوں کا جامع تھا۔

گویا ان کا وجود اور ان کے اعمال، نبوت کا ایک آخری جزء تھے۔ یہی وجہ ہے کہ "عضوا علیھا بالنواجذ" کے حکم میں سنتِ نبوت کی طرح سنت خلافتِ راشدہ بھی داخل ہے۔ خلافتِ راشدہ اور اسلام کا آپس میں ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ ایک بغیر دوسرا قائم نہیں رہ سکتا۔

طریق انتخاب خلافت خلفائے راشدین کے زمانے میں خلیفہ کا طریق انتخاب شورائی پر مبنی اور جمہوری تھا مگر موجودہ جمہوری ریاستوں کے طریق انتخاب سے مختلف تھا۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق امت کو حاصل تھا۔" امرہم شوریٰ بینہم" کی بنیاد پر قوم اور قوم صاحب الرائے حضرات (اہل حل وعقد) شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرتے تھے۔ نسل اور خاندان کو اس سے کوئی دخل نہ تھا۔

خلیفہ اول کا انتخاب عام جماعت میں ہوا۔ خلیفہ دوم کو خلیفہ اول نے نامزد کیا۔ اور اہل حل وعقد نے منظور کر لیا۔ خلیفہ سوم کا انتخاب جماعت شوریٰ نے کیا۔ خلیفہ چہارم کی بیعت بھی اہل حل وعقد نے کی۔

ضیاء للعجب تعجب ہے ان لوگوں پر جن کی حضرت علیؓ کی خلافت و امامت کا تو اقرار ہے مگر معنیٰ خلافت و امامت اور اس کی تشریح و توضیح میں عقیدہ علیؓ سے فرار ہے حضرت علی کا ارشاد ہے:

و انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان	شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے پس جس شخص پر
اجتمعوا علی رجلٍ وسموه اماماً کان ذلک	وہ اتفاق کر لیں اور اس کو امام نامزد کر دیں اس میں
للّٰہ رضیً	اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ نہج البلاغہ طہران صہ ۳۹

طرفہ تماشا یہ کہ حضرت علیؓ تو اصحاب ثلاثہ کی خلافت کا اقرار و اعتراف اور شرعاً اس کو ضرور قرار دے رہے ہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے طریق انتخاب کو اپنی خلافت کی دلیل میں پیش فرماتے ہیں۔

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوا هم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد الخ

ترجمہ:۔ بلاشبہ جو قوم جس مذہب پر ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ کی بیعت ہوئی تھی وہی قوم اسی مذہب پر میری بیعت ہوئی ہے پس حاضر کے لئے اختیار کا حق نہیں اور غائب کے لئے رد کرنے کا۔

مگر محبان علیؓ کو ان کا یہ عقیدہ راس نہیں آتا۔ شاید یہ اس لئے کہ ان کے عقیدہ میں اپنے امام کے خلاف بھی شور و غوغا کرنا بھی کوئی کار خیر اور باعث اجر عظیم ہے جس کو وہ تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ اور نظام خلافت راشدہ حضرت علیؓ نے نہ صرف اصحاب ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کیا بلکہ اپنے دور (خلافت راشدہ) میں باوجود اقتدار اعلیٰ (منصب خلافت راشدہ) پر فائز ہونے کے ان ہی کی پیروی کو ضروری سمجھا (جس کو شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغہ کے حوالہ سے اوپر لکھ دیا گیا ہے) اور اسی قانون کو نافذ رکھا جس کو اصحاب ثلاثہ نے اپنے دور خلافت راشدہ میں نافذ کیا تھا۔

یہ تاریخی حقیقت اس قدر واضح اور اظہر من الشمس ہے کہ عداوت صحابہؓ کے مریض کو بجائے انکار کے تقیہ کا عقیدہ رائج کرنا پڑا۔

فقۂ جعفریہ؟ تعجب ہے کہ پھر بھی ان لوگوں کو پاک سرزمین میں فقہ جعفریہ (جس کی بنیاد عداوت صحابہؓ، جس کے احکام تحریف قرآن پر مبنی اور جس کا نفاذ یعنی متعہ وغیرہ سراسر ضلالت ہے) کے نفاذ کا جنون ہے۔

کیا مجنونان فقہ جعفریہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور اقتدار میں فقہ جعفریہ کا قانون نافذ کیا ہو ہرنہ یہ نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے دور امامت تک فقہ جعفریہ کے قانونی نفاذ کا نام و نشان تک نہیں بتا سکتے۔ متحدہ ہندوستان میں انگریزی دور اقتدار سے قبل ۸۰۰ سال تک وہی قانون اور وہی فقہ (فقہ حنفی) نافذ رہی جس کی بنیاد نظام خلافت راشدہ تھی۔

خدا جانے یہ فقہ جعفریہ کہاں سے آئی؟ کن لوگوں کے لئے آئی؟ اور کہاں نافذ ہوگی؟ سے

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

انکار خلافت راشدہ اور اس کے برے نتائج خلافت راشدہ موعودہ و مسلمہ کے انکار سے سارے دین کو مشکوک کرنے والے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔

(۲) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد (اعلائے کلمۃ اللہ) فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے (العیاذ باللہ) کہ قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کے فضائل بیان کئے جو ان کا صحیح مصداق نہ تھے۔

(۴) قرآن حکیم کی پیشین گوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں۔

(۵) وعدۂ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے۔ (از مقدمہ آفتاب ہدایت)

خلافت راشدہ کے انتظامی، معاشرتی اور تعلیمی نظام کا اجمالی جائزہ

محکمہ جات خلافت راشدہ کے مبارک دور میں آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع خراج، زکوٰۃ، جزیہ، مال غنیمت اور عشور (تجارتی ٹیکس) تھے جن کا باقاعدہ حساب رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ کے دور میں دیوان (محکمہ مالیات) قائم ہو۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن و حدیث کے واضح احکام کی روشنی میں قضا "محکمہ انصاف" قائم کیا گیا۔ پولیس اور جیل خانہ جات "کا محکمہ قائم ہوا۔

فوجی نظام! ۱۵ھ میں باقاعدہ طور محکمہ فوج کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی فوج کی تعداد دس لاکھ مسلح سپاہیوں تک پہنچ گئی۔ مدینہ۔ دمشق۔ فسطاط۔ بصرہ اور کوفہ

میں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔

تجارت یوں تو قرآنی شہادت (رحلۃ الشتاء والصیف) کے مطابق عرب کا تجارتی کاروبار وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ مگر خلفاء راشدین کے دور میں اس کا دائرہ اور بھی وسیع ہوگیا۔ ایران، مصر اور شام کی فتوحات کے بعد جب عرب تاجروں کے تعلقات پاک وہند، جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا اور چین کے ساتھ قائم ہوگئے۔ تو مفتوحہ علاقہ سے عربوں کی تجارت خوب چمکی۔ حضرت طلحہؓ بڑے تاجر تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا تجارتی سامان چھ سو اونٹوں پر لدکر آتا تھا۔

تعلیم و تعلم اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور امت کو اعلیٰ تعلیمی معیار پر لانے کی غرض سے خلفائے راشدین نے اپنے زمانے میں جا بجا علم و حکمت کے مراکز قائم کئے صرف یہ نہیں بلکہ اس دور سعادت میں ہر مسجد مرکز رشد و ہدایت ہوتی تھی۔ جن کی بدولت بعد میں فقہا کی اچھی خاصی تعداد وجود میں آگئی۔ جو مفتیوں، قاضیوں اور ججوں کی حیثیت سے لوگوں کی رہنمائی کرنے لگے۔

تہذیب و تمدن اسلامی تعلیمات نے تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی عربوں کا معیار بلند کیا صحت و صفائی اور لباس و طعام میں ضروری ہدایات کے ساتھ ساتھ مصنوعی تکلفات سے بھی ان کو دور رکھا۔ ان کی یہی سادہ زندگی اور ان کے پاکیزہ اخلاق اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب و تمدن سے محکوم قومیں حد درجہ متاثر ہوکر علیۃً اسلام میں داخل ہوئیں۔

بقیہ جلسہ دستار بندی۔

اور قدیم معمول کے مطابق رمضان شریف سے قبل ہی حاجیوں کے جہاز روانہ کئے جائیں اہل اسلام کو مطمئن کرے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں ہر قسم کی آسانیاں پیدا کرے۔

۲۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا یہ عظیم الشان سالانہ اجلاس پاکستان گورنمنٹ کے اس طرز عمل کو انتہائی تشویشناک سمجھتا ہے کہ پاکستان اسٹنڈرڈ کی ہرزہ سرائی کے خلاف ملک بھر کے مطالبہ پر ابھی تک اس نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا۔ صوبہ سرحد کا عظیم الشان نمائندہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اخبار مذکور اور اس کے مدیر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ اور آیندہ کے لئے تحفظ ناموس رسالت و احترام سنت کے لئے ایسا قانون نافذ کیا جائے جس سے اس قسم کے تمام جرائم کا مکمل انسداد ہو جائے۔

بلند ہمّت
جوانوں کی پسند
اُجالا ڈینم
اور
صَدف شرٹنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینم
خوشنما رنگوں میں لیجئے.
صدف شرٹنگ بہت سے پکے رنگوں میں
دستیاب ہے.
زندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
آج انکے دم سے رونق اور چہل پہل ہے.
Toray
TETORON
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

دارالعلوم حقانیہ

منزل بہ منزل

دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ دستاربندی

اپریل ۱۹۵۵ء

دارالعلوم حقانیہ کے شاندار ماضی کو مرتب و مدون کرنے اور رسے ریکارڈ پر لانے کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ ایسے تمام مواد، یادداشتوں، قلمی رپورٹوں، واردین و صادرین کی تفصیلات بالخصوص دارالعلوم کے ابتدائی دور کے جلسہ ہائے دستاربندی کی روداد جو اس وقت چھپ نہیں سکیں کسی نہ کسی طرح شائع کر کے محفوظ کی جائیں اس غرض کیلئے دارالعلوم کی مفصل تاریخ کی تدوین اور ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت کے علاوہ فوری طور پر ادارۂ الحق نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایسے مواد کو دارالعلوم کے ریکارڈ سے تلاش کر کے الحق کے ذریعہ محفوظ کیا جائے۔

اس وقت ہمارے سامنے دارالعلوم کے ایک جلسہ دستاربندی ۱۹۵۵ء کی رپورٹ ہے۔ یہ جلسے اپنی افادیت اور وسعتوں کے لحاظ سے دیرپا اثرات کے حامل ہوتے تھے۔ اور ایک عظیم الشان علمی جشن (بقول مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ پیش نظر رپورٹ مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل رکن اسلامی نظریاتی کونسل کے ہاتھ کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ (ادارہ)

اکوڑہ خٹک ۳ راپریل۔ آج بعد نماز ظہر قریباً ڈھائی بجے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا آٹھواں سالانہ جلسہ دستاربندی کا پہلا اجلاس حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی کی صدارت میں شروع ہوا۔ اس عظیم الشان تاریخی جلسہ میں سرحد کے تمام اضلاع ماوراء سرحد اور ملحقہ پنجاب کے سینکڑوں مستند علماء و فضلاء، مدارس عربیہ کے مہتممین اور ہزاروں کی تعداد میں دین و علم دین سے شغف رکھنے والے مسلمانوں نے شرکت کی۔ تمام پنڈال حاضرین سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تلاوت قرآن مجید مولانا قاری عبدالحلیم صاحب کاکاخیل فاضل حقانیہ نے کی۔ ان کے بعد استاذ الشعراء محترم شاہ گل صاحب قیارت کاکاخیل صاحب نے ایک نہایت درد و سوز سے بھری ہوئی نظم پڑھی۔ جو دارالعلوم حقانیہ کے ان طلباء کی طرف سے دارالعلوم اور اس کے اساتذہ کرام کی خدمت میں پیش کی گئی تھی جو اس سال دورہ حدیث سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ نے مدرسہ کی روئداد اور گذشتہ سال کی آمد و خرچ کا حساب تفصیل کے ساتھ سنایا اور آئندہ کا میزانیہ اور دارالعلوم کی ضروریات پیش فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ۔ مولانا ارشاد گل صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک اور مولانا عبدالغفور صاحب صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ

اور دورہ سے بعض جید علما کرام نے ان ۳۶ طالب علموں کی دستار بندی کی جو اس سال دورۂ حدیث پڑھ کر امتحان سالانہ میں کامیاب ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو انعام کے طور پر چند دینی کتابیں بھی مدرسہ کی طرف دی گئیں۔ بعد ازاں مولوی رحمت اللہ صاحب مجروح نے جو ان فارغ التحصیل طلبہ میں سے ایک تھے۔ ان تمام ۳۶ طلبہ کی طرف سے ایک الوداعی نظم پڑھی اور قریباً سوا پانچ بجے یہ پہلا اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس۔ حسب پروگرام بعد از نماز مغرب ۹ بجے تک ایک پشتو مشاعرہ مولانا سید گل بادشاہ صاحب صدر جمعیت العلماء سرحد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس مشاعرہ میں سرحد و ماوراء سرحد کے بہت سے ممتاز و سربرآوردہ شاعر شریک ہوئے۔ اس مشاعرہ کے اشعار اور پشتو ادب کے اس مظاہرہ سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ بعض شعراء کو باذوق حضرات نے انعامات سے نوازا۔ اور انہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ وہ انعامات دارالعلوم حقانیہ میں بطور چندہ پیش کئے۔

تیسرا اجلاس۔ دارالعلوم حقانیہ کی اس ممتاز کانفرنس کا تیسرا اجلاس ساڑھے نو بجے حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی اور قاری رشید احمد صاحب مردانی نے تلاوت قرآن مجید فرمائی اور محترم فضل الرحمٰن صاحب نے نعت پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

اس کے بعد پہلے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی مہتمم مدرسہ امداد الاسلام راولپنڈی نے تقریر کی۔ آپ نے علم دین کی اہمیت، علمائے دین اور طلباء علوم دینی کی ضرورت پر جامع الفاظ میں تبصرہ فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے تقریر شروع کی۔ آپ نے اس ملک میں عام مسلمانوں، علماء کرام اور اہل دین طبقہ کے ساتھ انگریز کے تربیت یافتہ چند مٹھی بھر مغرب زدہ لوگوں کی طویل کش مکش کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دیکھیں لیکن پاکستانی مسلمانوں کے دلوں سے وہ دین کی محبت۔ اللہ و رسول کے ساتھ تعلق۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی عشق اور اطاعت کا داعیہ نکال نہیں سکیں گے۔ فرمایا کہ ختم نبوت کی تحریک نے ثابت کر دیا کہ یورپ و امریکہ کے اخبارات نے بلکہ خود عدالتی تحقیقات نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ پاکستان کے تمام مسلمان علماء کرام کے ساتھ ہیں۔ اور حکومت نے اس موقعہ پر رائے عامہ کو کچلنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جن جن لوگوں نے ختم نبوت کے سلسلہ میں بے پرواہی برتی وہ ایک ایک کر کے اقتدار کے ان مسندوں سے اتارے جا رہے ہیں۔ وہ وزیر نہیں رہے اور ایک یونٹ کے   کے بعد اب مسئی میں وہ تمام ایم ایل اے بھی غفرلہٗ ہو جائیں گے جنہوں نے کبھی اس سلسلہ میں کلمۂ حق زبان سے نہیں نکالا۔ اور انہیں ایک ریزولیوشن منظور کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ مولانا نے قادیانی فتنہ کی

طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ منکرین سنت رسول اللہ کے نئے فتنے کا بھی ذکر کیا۔ غلام احمد قادیانی کے بعد غلام احمد پرویز کی مذموم کوششوں کو بیان فرماتے ہوئے آپ نے اہل سنت والجماعت کے لفظ کی تشریح کی۔ اور فرمایا کہ خود قرآن مجید ہی سے یہ ثابت ہے کہ نجات کے لئے ضروری ہے کہ سنت رسول اللہ اور جماعت صحابہ کرام کی پوری پوری پیروی کی جائے۔ آپ نے فرید جعفری ایڈیٹر پاکستان اسٹینڈرڈ کے اس رسوائے عالم مضمون کا بھی ذکر کیا۔ جس کے خلاف آج تمام پاکستان میں سخت احتجاج کیا جا رہا ہے اور ہر جگہ سے اس کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ مگر نہ تو مسلم لیگ نے اس کا کوئی احتساب کیا اور نہ حکومت پاکستان نے ذرہ بھر توجہ کی۔ اس کے ساتھ ہی مولانا نے آغاخانیوں کے عقیدہ ونظریہ پر بھی تبصرہ کیا۔ آپ کی اس تقریر کا عام مسلمانوں پر بہت زیادہ اثر پڑ رہا تھا۔ تمام مسلمانوں نے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر آپ کے ارشادات گرامی کو سنا۔

آپ کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے تقریر فرمائی۔ آپ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ آج کل عام طور سے ہمارا جو عملی اور اخلاقی رویہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گویا ہم خدا تعالیٰ کے وجود کے قائل نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ علم وقدرت اور اس کی حاکمیت کا ہر وقت ہمیں استحضار رہے جو ہمیں تمام بداعمالیوں اور بداخلاقیوں سے روک دے۔ اس سلسلۂ بیان میں آپ نے اشتراکیت، قادیانیت اور پرویزیت کے فتنوں کا بھی ذکر کیا اور ان باطل گروہوں کی تردید کے سلسلہ میں چند اہم نکات اور اصولی باتیں بیان فرمائیں۔

آپ کی تقریر کا مجمع پر عام تاثر تھا۔ ایک ایک جملہ پر لوگ عش عش کر اٹھتے تھے۔ اور نعرۂ تکبیر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ آخر میں آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی امداد واعانت کی طرف توجہ دلائی۔ اور لوگوں سے نہایت مؤثر انداز میں اپیل کی۔ کہ وہ اس منبع علم وعرفان اور مرکز قرآن وسنت کو جاری ومستحکم رکھنے کے لئے مالی امداد میں کبھی بھی دریغ نہ کریں۔

آپ کے بعد مولانا حمد اللہ صاحب کتوزئی نے تقریر فرمائی اور مغربی تہذیب وتمدن اور مغرب کے غیر اسلامی علوم وفنون پر تبصرہ کیا اور مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ کہ مسلمان اپنی تہذیب وتمدن اور اپنے ان علوم وفنون کو باقی رکھنے کی کوشش فرمائیں جو وحی الٰہی سے ثابت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ومروی ہیں آپ کی اس تقریر کے بعد قریباً ڈھائی بجے جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔ اور مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے دعا کی اور کل کا پروگرام سنایا گیا۔

۴ اپریل ۸ بجے چوتھے اجلاس کی کارروائی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید اور ایک نعتیہ نظم کے بعد مولانا سید گل بادشاہ صاحب طوروی نے تقریر کی۔ آپ نے

مذہب کی ضرورت پر ایک مدلل تقریر کی۔ اور امریکہ کے مصنفین، بڑے بڑے رہنماؤں اور دنیا کے دوسرے مسلم اور ذہین لوگوں کے اقوال سنا کر ثابت کیا کہ مذہب ہی سے حقیقی امن و سکون اور دل کا اطمینان ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر انصاف کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو صرف مذہب اسلام ہی کے اصول و ضوابط ایسے ہیں کہ ان کو صدق دل کے ساتھ عملاً اختیار کرنے سے حقیقی چین نصیب ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے انگریزوں کی ان مساعیٔ مشئومہ کا تفصیلی ذکر کیا۔ جو انہوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے اور ان کی روحانی طاقت اور خداشناسی کی صحیح علمیت کو سمجھنے کے لئے اختیار کر دی تھیں۔ اور بتایا کہ کس طرح میکالے کے نظام تعلیم نے ہماری قوم کے نوجوانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالا۔ اور ان کی روحانیت و مذہب کو نہایت بری طرح ذبح کر ڈالا۔

آج کل سینماؤں اور فحاشی کے اڈوں کی رونق ایسے ہی نوجوانوں کی وجہ سے ہے۔ اور دن بہ دن یہ بے حیائی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے پاکستان کے بڑے بڑے لیڈروں اور ماہرین تعلیم کہلانے والوں کے اقوال پیش کئے کہ وہ لوگ خود بھی جب کہنے پر آتے ہیں تو اس نظام تعلیم کی ان گنت خرابیاں بیان کرنے لگتے ہیں۔ مگر عملی طور پر سات سال کا طویل عرصہ ملتے ہی انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسی نظام تعلیم کی وجہ سے آج کل نوجوانوں کی دینی اور اخلاقی حالت پہلے سے بھی بڑھ کر برباد ہو رہی ہے۔ فرمایا مجھے اپنی حکومت سے ملک کے ایک وفادار شہری ہونے کی حیثیت سے یہ جائز شکایت ہے اور میں اس بھرے جلسہ میں اس کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں میں ہماری قوم کے نونہالوں کو دینیات کی تعلیم سے بالکل محروم رکھا جا رہا ہے۔

مولانا ممدوح نے مزید فرمایا کہ ہمارے وزراء اور امراء اقتدار کے ان مسندوں پر نازاں نہ ہوں یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ جو لوگ چند ماہ پہلے کوس لمن الملک بجا رہے تھے اور اختلاف رکھنے والوں اور علماء کرام کو کچلنے اور فنا کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے وہ آج گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں اور کوئی پوچھتا تک بھی نہیں جن کی خدائی پولیس کے سہاروں پر قائم تھی۔ آج وہ خود ان سہاروں سے سہمے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ عبرتناک انجام موجودہ برسر اقتدار طبقہ کے لئے بھی ایک درس عبرت ہے۔ ان پیش روؤں کے اس روز بد سے وہ اپنے لئے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی خدائی چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں۔ اور اس موقع کو غنیمت جان کر اور اس کے دین کی نصرت و حمایت میں صرف کریں۔

مولانا نے فرمایا۔ علمائے کرام نے تو ہمیشہ اس ملک میں نیکی پھیلانے اور بدی مٹانے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن حیرانی ہوتی ہے کہ اُن کے اِن نیک مساعی کی قدر کرنے کی بجائے ان کو اس نیک کام سے روکا جا رہا ہے۔ آپ کے یہ ارشادات نہایت صبر و سکون اور قلبی توجہ کے ساتھ سنے گئے۔

بعد ازاں مولانا محمد حسین صاحب خطیب جامع مسجد چنیوٹ نے تقریر کی اور فرمایا کہ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ فلاح و بہبود اور دائمی نجات کی کامیاب تجارت ہے۔ ان کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی نے تقریر شروع فرمائی۔ آپ نے علم دین کی اہمیت اور اس کی تاریخ پر سیر حاصل تبصرہ کرکے فرمایا کہ پاکستان لا الہ الا اللہ کے نعرہ بلند کرنے سے بنا۔ پاکستان بننے کے بعد ارباب اقتدار نے اپنے وعدوں کا کیا لحاظ رکھا۔ ملک میں کیسی فضا پیدا کی اور کیسوں کی۔ فی الحال اس سے قطع نظر کرتے ہوئے میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کا درس قوم نے سیکھا کہاں۔ کیا کسی سکول اور کالج میں قوم کو یہ تعلیم دی گئی تھی یا مسجدوں اور مدرسوں کے ان ملاؤں نے لا الہ الا اللہ پڑھایا۔ اور ان کے سکھلائے سبق سے آپ نے کام لیا۔ اب یہ بھی عرض کردوں کہ جس لا الہ الا اللہ نے ملک تقسیم کرکے پاکستان بنایا وہی لا الہ الا اللہ اس ملک میں اسلامی نظام بھی نافذ کرادے گا اور انگریزی نظام کو درہم برہم بھی کرسکتا ہے۔ مولانا نے فرمایا اسلام میں محض جمہوریت اور رائے عامہ نہیں ہوتی۔ بلکہ قانون ساز اللہ تعالیٰ ہی ہے مسلمانوں کا کام اسے صرف نافذ کرانا ہے۔ آج کہا جاتا ہے کہ مسلمان آزاد ہے۔ واقعی مسلمان آزاد ہے یعنی جس طرح چاہے خدا اور رسولؐ کے احکام سے آزادی برت رہا ہے لیکن اسلام قیدی اور پابند ہے یعنی اسلام کے احکام پر عمل نہ کیا جاتا ہے نہ کرنے دیا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں مسلمان پابند ہو یعنی خدا تعالیٰ کا غلام بن کر رہے اور اسلام آزاد ہو اس کے نفاذ و اجرا میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ یہی ہمارا جرم ہے جو قابل معافی نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے بعد مولانا ممدوح نے نوجوانوں کو نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی کہ اس نظام کہن کو بدلنے اور خدائی نظام کو اس پاک ملک میں لانے کے لئے اٹھ کر کوشش کرو۔

اس نظام کو برپا کرنے کے لئے کتاب و سنت کے علم کی ضرورت ہے اور یہی علم دین ان مدارس و مکاتب میں اور علمائے کرام کی صحبت و مجالست سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے پاکستان سٹینڈرڈ کے رسوائے زمانہ مضمون کی تردید کی اور اس کے خلاف سخت احتجاج فرمایا۔

آپ کے بعد مولانا غلام غوث صاحب نے ایک مبسوط تقریر فرمائی اور منکرین سنت کے عزائم پر تبصرہ کیا اور مسلمانوں کو اس فتنہ اور اس کے برے نتائج سے خبردار کیا۔ آپ نے ارباب حکومت کو توجہ دلائی کہ اس قسم کی ذہنیت کی پرورش سے ملک میں یکجہتی ختم ہوتی ہے جو مملکت کے استحکام و بقا کے لئے نہایت مضر ہے۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل دو قرار دادیں بہ اتفاق آراء منظور ہوگئیں۔

۱۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا یہ عظیم الشان سالانہ اجلاس پاکستان گورنمنٹ کی پالیسی کو جو وہ دور فرنگی کی پالیسی کی روشنی میں فریضہ حج کے سلسلہ میں اختیار کئے ہوئے ہے اسلامی احکام کے صریح خلاف ورزی قرار دیتا اور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حج پر سے کوٹہ وغیرہ کی تمام غیر اسلامی پابندیوں اور رکاوٹوں کو فوراً دور کرے

بقیہ صہ ۳۹ پر

جناب ریاض الحسن صاحب نوری

جدید انکشافات اور مذہب

حیوانات کے جبلت اور شعور کا ایک جائزہ

ایک غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن میں لاش کو دفنانے کا طریقہ بھی کوّے کے ذریعے انسان کو سکھایا گیا۔ اور کیمبرج کی پروفیسر بھی اپنی بات سمجھانے کے لئے کوّے ہی کی ایک قسم کے پرندے کی زندگی سے مثالیں دینے پر اپنے کو مجبور پاتی ہیں۔ یہ چیز بھی قرآن کے اعجاز میں شامل ہے۔ اور ثابت کرتی ہے کہ یہ کتاب ایک علیم و خبیر کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اگر کسی کو یہ اشکال ہوا ہو تو وہ بھی مذکورہ بالا بیان سے رفع ہو جانا چاہئے۔

آیئے ذرا جدید انسان کے غرور کو بھی ڈھاتے چلیں۔ اس کے لئے سنئے کہ ینگ (C.G.UNG) جو اس وقت تمام دنیا کے ماہرین نفسیات میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب میں جو انہوں نے روحِ انسانی کے موضوع پر لکھی ہے اس میں فرماتے ہیں۔

"جانوروں کی جبلت کے متعلق جو تحقیقات جدید دور میں کی گئی ہیں۔ مثلاً حشرات الارض[1] سے متعلق تحقیقات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انسان اگر وہی طریقے اختیار کرے جو کیڑے مکوڑے کرتے ہیں تو اس کی ذہانت اس سے کہیں زیادہ ہوگی جس درجہ میں کہ اس وقت جدید انسان کی ذہانت کام کر رہی ہے۔"

صاحب موصوف کا مذکورہ بالا بیان دراصل مندرجہ ذیل قول باری تعالیٰ کا ایک طرح سے برملا اعتراف ہے۔

واوحی ربك الی النحل أن اتخذی من الجبال بیوتا الخ

یہ کیڑے مکوڑے سب قدرت کی ہدایات اور اس کے دئے ہوئے علم کے مطابق کرتے ہیں۔

بعض سائنس داں جانوروں کی حیرت انگیز باتوں کو جبلت (INSTINCT) کا نام دے کر ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالاں کہ یہ تو وحی الٰہی سے متعلق ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ مذکورہ بالا سائنس داں نہ صرف جانوروں بلکہ انسانوں میں بھی جبلت کی موجودگی کے قائل ہیں۔ لیکن زیادہ سمجھدار سائنس داں اس نظریہ کے

---

[1] شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں کا منظم نظام بڑا حیران کن ہے اس کا اشارہ قرآن میں بھی پایا جاتا ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ جو شہد کی مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے تو وہ مار ڈالی جاتی ہے۔

کے خلاف ہیں اور جدید تحقیقات سے انسان میں جبلت کے پائے جانے کی نفی ہوتی ہے Ashley Montagu موجودہ دور کی چوٹی کی ماہر Anthropology (علم الانسان) لکھتی ہیں کہ انسان میں جبلت کے پائے جانے کے متعلق سائنس دان بہت سے شکوک و شبہات ظاہر کرتے چلے آرہے ہیں۔ گذشتہ پچاس سالوں سے کم سے کم سائنس دانوں نے انسانوں کے سلسلے میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ انسان میں جبلت کے موجود ہونے کے نظریہ پر سب سے پہلا حملہ ۱۹۱۹ء میں Knight Dunlap کے مضمون سے ہوا جس کا عنوان تھا کہ " کیا جبلتیں ہوتی ہیں " (ARE THERE ANY INSTINCTS) اس کے بعد L. L. Bernard کی کتاب Instinct: A Study of Social psychology سے اس کا اثر بہت کچھ زائل ہوگیا۔ اگرچہ دس سال پہلے اس کی کوشش کی گئی کہ انسان میں جبلتوں کی موجودگی کے نظریہ کو پھر سے جلا بخشی جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان میں جبلت (INSTINCT) کی موجودگی کے نظریئے کی کوئی سائنسی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ ذاتی ملکیت کا ذکر آگیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ایک اور سائنسی شہادت بھی سنتے چلیے

واشنگٹن کے چڑیا گھر کے ڈائرکٹر Dr. William M. Mann چیتوں کے جوڑے کی جفتی کرانا چاہتے تھے انہوں نے نر و مادہ کو دو پنجروں میں رکھا۔ جن میں سلاخیں لگا کر ان کو علیحدہ رکھا گیا حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے کے عشق میں دیوانے ہوگئے۔ نر چیتا خاص طور سے بہت ہی شہوت پسند تھا اور عشق میں سب کچھ بھول چکا تھا۔ لیکن جب مادہ کو نر کے پنجرے میں داخل کیا گیا تو ذاتی ملکیت کا جذبہ شہوت اور عشق دونوں پر حاوی ہوگیا۔ اس نے غرانا شروع کیا اور مادہ کے سر پر زور سے پنجہ مارا۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگرچہ یہ سب کو تسلیم ہے کہ انسانی زندگی میں جنسی معاملات بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں لیکن سائنسی مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذاتی ملکیت کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ انسانی سوسائٹی کو خود انسانی فطرت کے خلاف چلانے والے قانون بنا کر حکومت کرنا چاہتے ہیں وہ انسانیت کو ہلاک کرنے کے درپے ہیں۔ انسانی فطرت کو بدلنے کی کوشش سے تباہی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شفیق فاروقی

۲۰ رمئی ـــــ صدر پاکستان کی نامزد قومی کمیٹی برائے مدارس عربیہ کے اجلاس میں شرکت کیلئے ایڈیٹر الحق مری روانہ ہوتے ـــــ۔

۲۹ رمئی ـــــ اجلاس نے اپنی سفارشات کو آخری شکل دی مولانا سمیع الحق نے قومی بورڈ برائے مدارس کی تشکیل کے سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ کی مجوزہ حیثیت تشکیلی پر زور دیا بصورت دیگر سفارشات کیساتھ اختلافی نوٹ لکھنے کا فیصلہ کیا۔ شام کو قومی کمیٹی کے اعزاز میں انجمن تاجران مری کی طرف سے مرحبا ہوٹل میں ایک پر تکلف ظہرانہ دیا گیا جس میں ہر مکتب فکر کے ارکان نے شرکت کی علماء دیوبند کیطرف سے مولانا سمیع الحق صاحب نے جوابی تقریر کی۔

۳۰ رمئی ـــــ اجلاس کے آغاز سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب کو ان کی پھوپھی صاحبہ مرحومہ کی وفات کی اطلاع ملی اور وہ قومی کمیٹی کے آخری اجلاس میں شرکت کئے بغیر مری سے واپس ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو صدمہ ۳۰ رمئی ـــــ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ہمشیرہ محترمہ جو نہایت صالحہ عابدہ خاتون تھیں اور حضرت مدظلہ کے ساتھ ہی عمر بھر رہیں۔ صبح ۵ بجے طویل علالت کے بعد تقریباً ۵۵، ۶۰ برس کی عمر میں انتقال فرما گئیں، زندگی بھر آپ محلہ اور آس پاس کی بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم حسبۃً للہ گھر پہ دیتی رہیں نماز جنازہ ۴ بجے ظہر کو ہوا تدفین اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو اور والد مرحوم کی پائنتی میں حضرت کے خاندانی قبرستان میں ہوئی نماز جنازہ میں اہالیان اکوڑہ خٹک، اساتذہ و طلبہ دارالعلوم حقانیہ کے علاوہ اطراف و اکناف سے کثیر تعداد میں علماء، صلحاء اور متعلقین نے بڑی تعداد میں شرکت فرمائی، تدفین کے بعد مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث ڈاگئی اور مولانا حسن جان صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اکبر پردان نے مجمع سے خطاب فرمایا۔ تعزیت کرنے والوں کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

تمام قارئین اور دیگر اہل علم سے مرحومہ کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی مخلصانہ اپیل کی جاتی ہے۔

۴ رجون ـــــ افغانستان میں کمیونسٹوں سے برسرپیکار علماء و مشائخ کی جماعت "حرکت انقلاب اسلامی" کے امیر مولانا محمد نبی محمدی صاحب اپنے بہت سے مہاجر علماء و مشائخ کے ساتھ تشریف لائے دفتر الحق میں مدیر صاحب سے اظہار تعزیت کیا، دعائے مغفرت کی، اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے گھر پہ ملاقات کی اور مرحومہ کیلئے ایصال ثواب کیا۔ امیر جماعت حرکت انقلاب اسلامی نے رات کو طلبہ دارالعلوم سے فضیلت علم پر خطاب بھی فرمایا۔ ■■

مولانا عبدالحق صاحب صدر مدرس دارالعلوم تربت بلوچستان

باطل ادیان و ملل کا تعاقب

ذکری عقائد و اعمال کا ایک اجمالی جائزہ

ذکری ــــ جس شخص کو پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کے بقول اس کا ظہور ۹۷۷ھ میں بمقام اٹک ہوا۔ خود ذکریوں کی کتابوں سے درج ذیل عبارات ملاحظہ فرمایئے۔

"آپ شب دوشنبہ بوقت بام (صبح) قطب شہر سے بطرف زمین بصورت انسانی ولباس فقیری اٹک کے پہاڑی علاقے میں ایک اونچی پہاڑی پر ۹۷۷ھ قدم مبارک رکھ کر آشکار ہوئے۔"

"ذکری کون ہیں صد ۱۳"

"از محمد مصطفےٰ تا حضرت مہدی آخر زمان ۹۷۷ سال گذشتہ" (معراج نامہ قلمی صد ۱)

چوں بشد از سال احمد نہ صد و ہفتاد و ہفت ذات پاک او قدم بنہاد در ہندوستان

ذکری ملا محمد موصوف کو خاتم النبیین وافضل الرسل اور نور اولین و آخرین مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (مہدی نامہ قلمی صد ۳۵)

"حق تعالیٰ گفت اے موسیٰ بعد از مہدی پیغمبری دیگر نیا فریدم نور اولین و آخرین ہمین است کہ پیدا خواہم کرد" (موسیٰ نامہ قلمی صد ۱۱۸)

کتاب معراج نامہ کا پورا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے آسمانوں میں بلا کر محمد مہدی کے سامنے پیش کر کے تنبیہ کی کہ خاتم النبیین اور نور اولین و آخرین یہ ہے اور نو احمد ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف کر کے اپنے صحابہ کے سامنے اپنی غلطی کا اعلان کر دیا۔

"مہدی کہ نور آخریں، کل مرسلانی سرو دین من عرض می دارم از یں، یا مہدی آخر زمان"

بیت از ملا عبدالکریم موجودہ پیشوائے ذکریاں

ثنائے مہدی مطبوعہ صد ۹

حق تعالیٰ گفت اے موسیٰ! اگر مہدی نبود، عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و آفتاب و ماہتاب و ہرچہ درعالم ہست نیافریدم، اگر بر مہدی اقرار نیاوری ترا در آتش دوزخ بسوزانم "۔ (موسیٰ نامہ قلمی صہ ۹۹)

" تاوقت ظاہر شدن و فرو رفتن یک من شیر از جوئے جنت و دہ من طعام از طعام و میوہ جنت خوردہ بود و بر طعام و آب دنیا نظر مبارک خود را ہرگز نینداختہ مہدی نامہ قلمی صہ ۳۸

" قال المہدی علیہ السلام کہ ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے میرے نور سے پیدا کیا ہے "۔ (سفر نامہ مہدی صہ ۳)

" فرشتوں نے جب میرے نور کا جلوہ دیکھا تو بے ہوش ہو گئے۔ اور ستر ہزار برس تک بیہوش پڑے رہے "۔ (حوالہ مذکورہ بالا صہ ۴)

" میرے نور کا عکس جن اشخاص پر پڑا وہ صاحب کمال ہو گئے۔ پہلے چھ مرسلین جن میں اول آدم و آخر احمد ہے "۔ (حوالہ بالا صہ ۳)

احمد سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ واضح رہے کہ ذکری عقیدہ کے مطابق محمد نام قرآن میں جہاں آتا ہے اس سے مراد محمد اٹکی ہے اور مسلمانوں کے پیغمبر کا نام حقیقت میں احمد ہے۔ معراج نامہ میں اس کی پوری تفصیل ہے حق تعالیٰ کلام قدسی میں ان کی شان میں فرماتے ہیں:۔

" لولاک لما خلقت الافلاک ولما خلقت الدنیا و مافیہا " (حوالہ بالا صہ ۶)

فرشتوں نے عرض کیا یارب تیرے اور محمد مہدی کے درمیان کیا فرق ہے فرمایا میں اس سے اور وہ مجھ سے ہے۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری "۔ (حوالہ بالا صہ ۴)

ذکری محمد اسحاق دراز ئی لکھتے ہیں:۔

" قرآن کی تاویل کرنے والا ہے۔ آخری نبی ہے۔ اماموں کا سید ہے اور خاتم النبیین ہے نور محمد مہدی اول آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام "۔ (ذکر الٰہی صہ ۳۹)

۵ رسولی کہ مر جملہ را سرور ست | امین خدا تاج پیغمبر است
رسول خدا خواہد ہرچہ ہست | زہر دوے این جملہ را نفس بست

ابیات از شیخ الاسلام محمد درفشاں ثنائے مہدی

تمام کتب مطبوعہ و قلمی میں کلمہ اس طرح درج ہے لا الٰہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی رسول اللہ اور ان کی پوری عبارات میں ایک جگہ بھی صحیح کلمہ اسلام درج نہیں۔ اسی طرح عبادات میں سے نماز کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ہر کسے کہ نماز جمعہ و عیدین میگذارد کافر است و نماز پنج گانہ نا روا است" (اعتقاد نامہ قلمی)

نوٹ:۔ بوسیدگی کی وجہ سے صفحات نہ پڑھے جا سکے۔

سوال:۔ از طرف نمازیاں اقیموا الصلوٰۃ

جواب: معنی صلوٰۃ رحمت است و احسان۔

سوال: سجدہ چرا یک کنند؟

جواب: در قرآن است اسجدوا و ایں یک سجدہ است۔

آخر میں لکھا ہے۔ تمت تمام شد روئے نمازی سیاہ شد (اعتقاد نامہ قلمی)

اسی طرح روزہ رمضان، حج بیت اللہ اور زکوٰۃ شرعی کے منکر ہیں اور حج کوہ مراد کو ضروری سمجھتے ہیں۔

تفصیلات کے لئے ذکری مصنفین کی مندرجہ ذیل کتابیں موجود ہیں۔

ذکر توحید مطبوعہ۔ میں ذکری ہوں مطبوعہ۔ تفسیر ذکر اللہ مطبوعہ۔ ذکری کون ہیں مطبوعہ۔ سفر نامہ مہدی مطبوعہ۔ مہدی نامہ قلمی۔ معراج نامہ قلمی۔ موسیٰ نامہ قلمی۔

ذکریوں کے علاوہ غیر جانبدار مصنفین میں سے شمس الدین مصطفائی کی کتاب "مہدوی تحریک" میں بالتفصیل ان منکرانہ عقائد و اعمال کا تذکرہ موجود ہے۔

"بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹر" کا مصنف لکھتا ہے:۔

" Al though the Zikris call themselve Musalmans, their Creed is full of superstictions and idolatrous bliefes and the fact that they read the Koran appears to be the only link between them and orthodox Mohammadans. In all matters of practice there is a radical difference between the Zikres and their Sunni co-religionists, as well — presently be shown, indeed their views on the main doctrines of Islam are diametrically apposed.

P-116 Baluchistan Distt.
Gazetteer Series Printed 1907

1- "That the dispensation of the prophet Mohammad Come to an end and he has been Superseded by the Mahdi.

2- That the prophet Mohammads mission was to preach and spread the doctrines of the Koran in their literal Sense; but that it remained for the Mehdi to put new constructions on their meanings that the Mahdi was in fact Sahib-e-Tawil of the Koran.

3. The prayer (namaz) has been dispensed with, and that instead of namaz people Should resort to Zikr.

4- That the fast of the Ramzan need not be kept.

5- That the recognized formula of Mohammadans faith Should be dropped and the formula لااله الاالله محمد مهدی رسول الله Should be adopted instead.

6- That instead of Zakat at the rate of One-fortieth, Ushr Should be given at the rate of One-tenth.

P-119. Baluchistan Distt.
Gazetteer Series
Printed - 1907

سرکاری سطح پر ان کی دینی حیثیت

اول اول اس فرقہ کے متعلق جب خان نصیر خان نوری (متوفی ۱۷۹۴ء) کو معلوم ہوا تو اس نے ان کو کافر قرار دے کر ان کے خلاف پے در پے تین جنگیں لڑیں۔ اور اکثریت کو حلقہ بگوش اسلام بنا دیا۔ چنانچہ صاحب تاریخ خوانین بلوچ لکھتا ہے:

"بلوچستان کے کچھ علاقوں میں ذکری جیسا خلافِ اسلام مذہب جاری ساری تھا اور وہ لوگ مسلمانوں کو نمازی کہہ کر قابل گردن زدنی گردانتے تھے۔ میر نصیر خان اعظم نے ایک طرف شرعِ محمدی کا نفاذ اور اجرا فرمایا اور دوسری ذکریوں کی اسلام دشمنی اور شرک پروری کے خلاف خون آشام سلسلۂ جہاد جاری رکھا تا آں کہ بڑے بڑے خونریز اور فیصلہ کن معرکوں کے بعد اس بدعت کی مکمل طور پر بیخ کنی کی گئی۔ بہت سے ذکری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کفر و الحاد سے خداوند متعال نے مجاہد اعظم میر نصیر خان کے ہاتھوں اور بلوچوں کی شمشیر کی برکت سے مسلمانوں کو نجات نصیب فرمائی۔"

"تاریخ خوانین بلوچ ص۱۶

(حسب الحکم و ہدایات اعلیٰ حضرت میر احمد یار خان خان اعظم قلات)

اس دور سے لے کر آج تک عدالتی سطح پر ان کو غیر مسلم سمجھا گیا ہے۔ خوانین قلات کا ان کے متعلق فیصلہ اور رویہ اوپر کے اقتباس میں آچکا ہے اور ساتھ ہی گزیٹر کی عبارتیں بھی۔ ان کے علاوہ ایک اہم فیصلہ جولائی ۱۹۴۷ء کا وہ واقعہ ہے کہ قاضی پسنی نے ایک ذکری مرد اور ایک ایسی عورت جو پہلے مسلمان تھی بعد میں ذکری ہو گئی تھی۔ ان کے نکاح کے باطل ہونے کا حکم دیا۔ اس مرد نے ریاست قلات کے وزیر اعظم کو درخواست دی۔ وزیر اعظم قلات نے قاضی پسنی کے حکم کو غیر قانونی طور پر کالعدم قرار دیا۔ اس پر ریاست میں جتنے قضاۃ و مبلغین تھے سب نے وزیر اعظم کے اس غیر قانونی مداخلت کے خلاف احتجاجاً استعفا پیش کر دیا۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم موصوف نے اپنے فرمان دربارۂ جواز نکاح مابین ملوک مرتدہ و منشی غلام سرور ذکری سکنہ پسنی کے غیر قانونی ہونے کو تسلیم کر کے فوراً بذریعہ اس کی منسوخیت کی اطلاع بھیجی۔ اس کیس کی پوری روئیداد تربت مکران کے دفتر میں موجود ہے۔

سی فیصل سے قاضی کولوہ کا ایک فیصلہ مصدرہ ۱۹۷۵ء ہے جس میں ایک جوڑہ نے مسلمان ہو کر شادی کر لی اور بعد میں ذکریت کی طرف الٹ گئے۔ تو قاضی کولوہ نے بطلان نکاح کا حکم دے دیا۔ فیصلہ کے خلاف اپیل ہوئی تو سشن جج نے قاضی کے فیصلے کو بحال رکھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ چند نمونے ہیں ان کے علاوہ اگر قضاۃ بلوچستان کے قانونی فیصلوں کا ریکارڈ چیک کیا جائے تو بیسیوں نظائر سامنے آئیں گے۔

دوکانوں کی الاٹمنٹ

محکمہ اوقاف کوٹی حضرت امام حسین سامنے بنوں ڈیرہ روڈ پہ دوکانات تعمیر کرانے کا مندرجہ ذیل شرائط پہ ارادہ رکھتا ہے۔

۱۔ ہر دوکان کا سائز ۱۰ × ۱۵ ہوگا۔

۲۔ لازمی پہ دوکان یا دوکانات کی تعمیر والی جگہ الاٹ ہوگی جسکو کامیاب اجارہ دار اپنی گرہ سے تعمیر کرے گا۔ دوکانیں بنوں ڈیرہ روڈ پہ تعمیر ہونگی۔

۳۔ تعمیر مذکورہ دوکان / دوکانات منظور شدہ نقشہ اوقاف کے تابع ہوگی۔

۴۔ کامیاب درخواست دہندہ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ محکمہ اوقاف کے اکاؤنٹ میں بطور زر ضمانت داخل کرانے ہونگے جوکہ ناقابل واپس ہونگے۔

۵۔ بعد تعمیر پہ دوکان / دوکانات لمبی میعاد کیلئے اجارہ پہ دیں گے۔ تاوقتیکہ رقم تعمیر مجرا نہ ہوجاتے۔

۶۔ کامیاب اجارہ دار / کرایہ دار سے برائے نام معمولی کرایہ لیا جائیگا جبکہ باقی کرایہ اسکے خرچ شدہ رقم میں مجرا ہوگی

۷۔ بعد مجرائی کل رقم تعمیر مذکورہ عمارت دوکانیں / دوکانات ملکیت محکمہ اوقاف ہوگی۔

۸۔ بعد اختتام میعاد یعنی مجرائی رقم مذکورہ دوکانات کا کرایہ سرعام نیلام ہوگا۔ اور پرانے اجارہ دار / کرایہ دار ترجیح دی جاوے گی۔

۹۔ دوران میعاد اجارہ عمارت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل بغیر منظوری محکمہ اوقاف نہ ہوگا۔

۱۰۔ مذکورہ دوکانات دوسرے شخص کو پگڑی پہ دینے کا حق کسی کو نہ ہوگا، بصورت دیگر مذکورہ دوکان کا کرایہ برسر عام نیلام کیا جائیگا۔ اور رقم سوخت تصور ہوگی۔

درخواستیں پندرہ جون ۱۹۷۹ء تک وصول کی جائیں گی۔

نور البصر
برائے ناظم اوقاف محکمہ اوقاف
صوبہ سرحد

۱۸۴ (P) 1474

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۴۲، ای بلاک، صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳۔ ایبٹ روڈ، لاہور
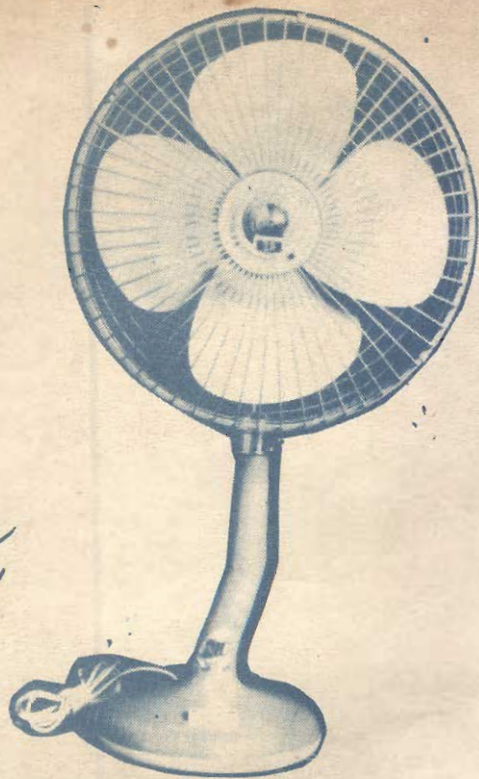
منجانب بورڈ آف ڈائریکٹرز

ESTD. 1936
S.A
FANS & MOTORS

فون ۔ 4700
گرام ۔ ESSAYFAN

ایس اے الیکٹریکل انڈسٹریز لمیٹڈ
جی ٹی روڈ گجرات

REGD-NO.P-90